ابنِ صفی

جلد نمبر
39

جاسوسی دنیا

117- زہریلا سیارہ

118- نیلم کی واپسی

جاسوسی دنیا نمبر 118

نیلم کی واپسی

(مکمل ناول)

پیش رس

نیلم کی واپسی تاخیر سے آپ تک پہنچ رہی ہے۔ وجہ وہی پرانی۔ تبخیر معدہ..... دو چار صفحے لکھے اور تین چار دن تک پھر غائب۔ ذہن پراگندہ ہو تو لکھائی کیسے ممکن ہے۔

بہر حال کہانی حاضر ہے..... انتہائی کوشش کی گئی ہے کہ فریدی کے شایان شان ثابت ہو لیکن پچھلی کہانیوں کی ڈگر سے ہٹی ہوئی ضرور ہے۔

اب اگر آپ مجھ سے پوچھنے بیٹھ گئے کہ حمید نے زیادہ ہنسایا کیوں نہیں یا قاسم کا رول اتنا مختصر سا کیوں رہا تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ کہانی کو غور سے پڑھئے اور سوچئے کہ اس انداز کا سسپنس فالتو باتیں برداشت کرنے کی تاب لاسکتا یا نہیں۔

اس بار بھی جواب طلب خطوط کا انبار سامنے ہے..... لوگ اس پر برہم ہیں کہ سلیمان کی شادی کرادی گئی ہے۔ بھائی اگر مالک نالائق ہے تو اس میں ملازم کا کیا قصور۔ آخر اس کے سہرے کے پھول کیوں نہ کھلیں۔ کم از کم ملازم ہی کی مٹی پلید ہونے سے بچالیجئے۔ شادی نہ کرنا کوئی اچھی بات تو ہے نہیں..... خود اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر ٹھنڈے دماغ سے سوچئے کیا آپ سالوں اور سالیوں سے محروم رہنا پسند کریں گے۔

کچھ حضرات اس پر مصر ہیں کہ جوزف کی بھی شادی کرائیے۔ عمران کی نہ سہی ایکس ٹو

کی ٹیم کے سارے افراد کی شادیاں ہونی چاہئیں۔

ارے کیا..... میں نے ٹھیکہ لے رکھا ہے شادی کرانے کا؟ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں اور پھر آپ کو کیا پتا کہ ان حضرات کی شادیاں ہو چکی ہیں یا نہیں..... اس نوعیت کے سرکاری ملازمین بالعموم بچوں کو ساتھ نہیں رکھا کرتے..... پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ ان کے لواحقین کا بھی تذکرہ کروں۔

ایک صاحبہ ہر خط میں اپنی بہن کا رونا رویا کرتی ہیں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت مناسب طور پر نہیں کر رہیں۔ بچوں سے اس طرح لڑتی جھگڑتی رہتی ہیں جیسے وہ ان کے برابر کے ہوں۔ شوہر سے چولہا ہانڈی کراتی ہیں۔

بہت اچھا کرتی ہیں محترمہ..... آج کل کے بچوں سے اگر برابری کا برتاؤ نہ کیا جائے تو ان کے دل ٹوٹ جاتے ہیں۔ ان کی شخصیتوں میں جھول پڑ جاتے ہیں۔ شوہر سے تو ایسا ہی برتاؤ ہونا چاہئے۔ بچے نہیں جن سکتا تو کیا اب چولہا ہانڈی بھی نہ کرے۔ آپ کا دل کیوں دکھتا ہے۔ شاید ابھی آپ کا سابقہ شوہر جیسی ''بدذات'' چیز سے نہیں پڑا۔

لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ آپ اپنی بہن کی شکایت مجھ سے کیوں کیا کرتی ہیں۔ ویسے اگر آپ اپنے بہنوئی اور ان کی والدہ کا نام لکھ بھیجیں تو ایسا تعویز بھجوا سکتا ہوں کہ وہ چولہے ہانڈی کے ساتھ ہی جھاڑو برتن بھی کرنے لگیں گے۔

عجیب بات ہے کہ آپ اپنی بہن کو ''سکھ'' میں نہیں دیکھنا چاہتیں۔

والسلام

ابنِ صفی

۱۷ر جنوری ۱۹۷۶

پُراسرار مہمان

ذرا ہی دیر پہلے آنکھ کھلی تھی لیکن فون کی گھنٹی نے سوئے ہوئے ذہن کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے کوئی نوکیلی چیز شعور کی تہوں کو چیرتی ہوئی کسی ایسی جگہ جا چبھی ہو جہاں پہلے ہی چبھن موجود رہی ہو۔

جھلائے ہوئے انداز میں اس نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور خود بھی جھٹکے کے ساتھ اٹھ بیٹھا تھا۔

''ہلو.....!'' وہ ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

''کک.....کرنل.....فریدی.....پلیز.....!'' دوسری طرف سے بھرائی ہوئی سی آواز آئی تھی۔

''وہ موجود نہیں ہیں.....!'' حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''خداوندا.....اب میں کیا کروں.....آپ کون ہیں؟''

''ان کا اسسٹنٹ.....!''

''کیپٹن حمید.....ہا آ.....آ.....آ.....!''

چیخ ایسی ہی تھی کہ کان کا پردہ جھنجھنا اٹھا۔

''ہلو.....ہلو.....!''

دوسری طرف سے کوئی آواز نہ آئی۔ حمید نے کئی بار نامعلوم آدمی کو پکارا تھا۔

پھر وہ ریسیور ایک طرف ڈال کر تیزی سے اپنی خواب گاہ سے نکلا تھا اور دوسرے

کمرے میں پہنچ کر الگ لائن والے فون پر ایکسچینج کے نمبر ڈائل کیے تھے۔

جلد ہی معلوم ہوگیا کہ کال کہاں سے ہوئی تھی۔ کیونکہ دوسری طرف سے بھی حمید نے اپنے فون پر ایسی ہی آوازیں سنی تھیں جیسے سلسلہ منقطع نہ ہوا ہو۔

کال ستائیس نمبر کے پبلک ٹیلی فون بوتھ سے ہوئی تھی۔ حمید اپنی خواب گاہ میں واپس آیا۔ ریسیور اٹھا کر پھر کان سے لگالیا۔ اب بھی ویسی ہی آواز سنائی دے رہی تھی جیسے کال کا سلسلہ جاری ہو۔

اس نے ایکسچینج سے بوتھ نمبر ستائیس کا پتہ بھی معلوم کرلیا تھا۔ گھڑی دیکھی رات کے تین بجے تھے۔

''کون تھا.....؟ کیا گزری اس پر.....؟''

کال فریدی کے لئے تھی۔ لیکن وہ گھر میں موجود نہیں تھا اور کال کرنے والا اپنے آپے میں نہیں معلوم ہوتا تھا.....اور وہ چیخ.....!

ایک بار پھر ذہن کو جھٹکا لگا.....وہ اس طرح چونکا تھا جیسے اب تک خواب ہی دیکھتا رہا ہو۔

پھر بڑی تیزی سے اس نے سلیپنگ سوٹ اتار کر پتلون اور جیکٹ چڑھائی تھی اور بلٹ ہولسٹر میں ریوالور ڈال کر نکل کھڑا ہوا تھا۔ چوکیدار نے گاڑی کے لئے پھاٹک کھولا اور حمید اسے کچھ ہدایات دیتا ہوا گاڑی باہر نکال لے گیا۔

بوتھ نمبر ستائیس ہوٹل مے پول کے قریب واقع تھا۔ گاڑی سنسان سڑکوں پر دوڑتی رہی۔ وہ مسلسل سوچے جارہا تھا۔ کیا وہ ان کا کوئی شناسا تھا جس کی آواز پہچانی نہیں جاسکی تھی۔ یا وہ اتنا ہی خوفزدہ تھا کہ آواز اپنی اصلیت کھو بیٹھی تھی۔ کیا اچانک اسے کوئی حادثہ پیش آیا تھا یا کوئی اس کا تعاقب کررہا تھا جس نے بالآخر اُسے پوری بات نہ کہنے دی۔ اسے مار ڈالا یا اس حد تک بے بس کردیا کہ اس کی زبان ہی بند ہوگئی۔

مے ہوٹل کے آس پاس کا علاقہ تاریکی میں ڈوبا ہوا نظر آیا اور یہ ناممکنات میں تھا کہ کم از کم مے پول کے احاطے میں روشنی نہ ہوتی۔ اس کا یہی مطلب ہوسکتا تھا کہ برقی لائن ہی ڈیڈ ہوگئی تھی۔ ایسا آئے دن ہوتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی تو برقی نظام کی خرابی کی بناء پر پورا شہر

ہی تاریکی میں ڈوب جاتا تھا۔

ٹیلی فون بوتھ کے قریب اس نے گاڑی روک دی اور ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹارچ نکال کر نیچے اُتر آیا۔ دروازے کے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھاتے بڑھاتے رک گیا۔ وہ کسی قسم کا جال بھی تو ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ان کے دشمنوں کی کمی نہیں تھی۔

ٹارچ روشن کئے بغیر وہ بوتھ تک پہنچا تھا۔ لیکن اس کے باوجود بھی اندر سے دیکھ لئے جانے کا امکان تھا کیونکہ بوتھ کے دروازے میں شیشے لگے ہوئے تھے اور مطلع صاف ہونے کی بناء پر اتنا اندھیرا بھی نہیں تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا۔

اگر کوئی اندر تھا تو اس نے اُسے تاروں کی چھاؤں میں صاف دیکھ لیا ہوگا۔ وہ بائیں جانب بوتھ کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔ بلٹ ہولسٹر سے ریوالور نکل آیا تھا اور ٹارچ بائیں ہاتھ میں تھی۔ قریباً تیس سیکنڈ گزر گئے لیکن حالات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

بوتھ کے اندر کوئی اس کا منتظر تھا تو اب تک ضرور باہر آ گیا ہوتا یا بوتھ کے آس پاس ہی کہیں گھات میں لگے ہوئے لوگوں سے بھی اتنی دیر نچلا نہ بیٹھا گیا ہوتا۔ تو پھر؟ کیا چکر ہے۔ حمید کی الجھن بڑھتی رہی..... تیس سیکنڈ مزید گزرے۔

پھر وہ آہستہ آہستہ بوتھ کے دروازے کے قریب کھسک آیا تھا..... شیشوں پر ٹارچ کی روشنی ڈالی..... بوتھ خالی تھا۔ ریسیور بھی کلپ سے لگا ہوا نظر آیا۔

اس نے طویل سانس لی۔ لیکن نہ جانے کیوں ذہن میں خطرے کی گھنٹی برابر بجے جارہی تھی۔

اس نے ایک بار پھر روشنی اندر ڈالی اور پیچھے ہٹ آیا۔ ضرورت بھی کیا تھی اندر جانے کی۔ جب ریسیور بھی اپنی جگہ پر موجود تھا۔ اگر وہ کلپ سے نکل کر نیچے جھول رہا ہوتا تو کم از کم اس پر انگلیوں کے نشانات ہی تلاش کئے جاسکتے۔ کلپ میں لگے ہونے کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ اُس کال کے بعد سے اس کے یہاں تک پہنچنے کے وقفے کے دوران میں کسی اور نے بھی فون کا استعمال کیا تھا ورنہ ریسیور اب بھی نیچے ہی لٹک رہا ہوتا۔ کسی اور دوسرے کے ہاتھ لگنے کی بناء پر پہلے آدمی کی انگلیوں کے نشانات کا اصلی حالت میں برقرار رہنا ناممکن.....

اس لئے مزید چھان بین فضول ہی تھی۔

وہ گاڑی کی طرف پلٹ آیا..... بڑی گندی سی گالی اس کے ذہن میں چکرا رہی تھی۔ انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی ریورس گیئر میں ڈالی پھر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا ہی تھا کہ ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ گاڑی طوفانی رفتار سے پیچھے دوڑتی چلی گئی تھی۔ دھماکے کے جھٹکے نے ایکسیلریٹر پر پیر کا دباؤ بڑھا دیا تھا۔

جلد ہی ہوش آ گیا۔ ورنہ گاڑی کسی حادثہ کا شکار ہوتی۔ بریک پر پیر رکھ دیا تھا۔ گاڑی جھٹکے کے ساتھ رک گئی۔ سردی کے باوجود پورا جسم پسینے میں ڈوب گیا تھا۔

ٹیلی فون بوتھ دھڑا دھڑ جلتا ہوا نظر آیا..... اندھیرے میں آگ کی لپٹیں کچھ زیادہ ہی تیز اور خوفناک دکھائی دے رہی تھیں۔

گاڑی کا انجن متحرک تھا..... اس نے پھر ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور واپسی کے لئے گاڑی موڑ لی۔ اب وہاں ٹھہرنا فضول تھا۔

بال بال بچا تھا اس وقت۔ اگر بوتھ میں داخل ہونے کی حماقت سرزد ہو جاتی یا مزید سوچ بچار کے لئے وہیں ٹھہر گیا ہوتا تو شاید لاش تک قابل شناخت نہ رہ جاتی۔

ٹھیک اسی وقت فریدی ایئر پورٹ پر اُس طیارے کا منتظر تھا جس سے نیلم[1] واپس آ رہی تھی۔ اس نے حصول علم کیلئے کئی سال ملک سے باہر گزارے تھے اور اب کرمنالوجی میں ڈاکٹریٹ لے کر وہیں کہیں قسمت آزمائی کرنے کی بجائے وطن ہی کی طرف واپس لوٹ رہی تھی۔

حمید نے تو اُسے مشورہ دیا تھا کہ وہ باہر ہی کوئی اچھی سی ملازمت تلاش کر لے ورنہ کرمنالوجی کی ڈاکٹریٹ وطن عزیز کے کسی باورچی خانے میں مرچ مسالہ پیستی نظر آئے گی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ نیلم واپس آئے کیونکہ وہ اس جیسے گلفام کو ''بابا'' کہتی تھی اور خصوصیت سے دوسروں کے سامنے اسی طرح پیش آتی تھی جیسے وہ سچ مچ اس کا والد ماجد ہی ہو..... ایک بار

---

[1] نیلم کی کہانی کے لئے جاسوسی دنیا کا خاص نمبر ''طوفان کا اغواء'' ملاحظہ فرمائیے۔

اس نے حمید کی ایک گرل فرینڈ کو یقین دلانے کی کوشش کر ڈالی تھی کہ حمید کی شادی سولہ سال کی عمر میں ہوئی تھی جس کے ٹھیک ایک سال بعد وہ پیدا ہوئی اور ماں اس کی پیدائش کے دوران میں اللہ کو پیاری ہوگئی تھی۔ پھر اپنی نادیدہ ماں کو یاد کر کے اس قدر روئی تھی کہ وہ گرل فرینڈ دوبارہ حمید کی شکل تک دیکھنے کی روادار نہ ہوئی۔

اسی قسم کی ایکٹیوٹیز عام طور پر اس کے ساتھ کرتی رہتی تھی۔ فریدی کو انکل کہتی تھی اور اس قدر احترام بھی کرتی تھی جتنا کوئی بیٹی اپنے باپ کا کر سکتی۔

بہرحال حمید نے ایئرپورٹ جا کر اسے ریسیو کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ فریدی نے اس پر زور بھی نہیں دیا تھا کہ وہ ضرور چلے۔

نیلم تنہا نہیں تھی۔ اس نے فریدی کو مطلع کیا تھا کہ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی ہے جو کچھ دن اس کے ساتھ قیام کرے گی۔ تفصیل سے مطلع نہیں کیا تھا۔ ہوسکتا تھا کہ حمید نے اسی مہمان کی وجہ سے پہلوتہی کی ہو..... دوسروں کی موجودگی میں نیلم کچھ زیادہ ہی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی تھی۔ وہ نیلم سے متنفر نہیں تھا۔ بس اس کا ''بابا'' کہنا کھل جاتا تھا اسے اور اتنے خلوص سے ''بابا'' کہتی تھی کہ بسا اوقات وہ خود بھی یہی محسوس کرنے لگتا تھا جیسے سچ مچ ''بابا'' ہو چلا ہو۔

تین بج کر گیارہ منٹ پر جہاز نے لینڈ کیا تھا۔ مسافروں کے اُترتے اُترتے ساڑھے تین بج گئے۔

نیلم بہت خوش تھی۔ لیکن حمید کی عدم موجودگی بھی اسے شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ سفر کرنے والی لڑکی جسے وہ مہمان بنا کر لائی تھی سفید فام ثابت ہوئی۔

''یہ ہیں میرے باپ جنہیں میں چچا کہتی ہوں۔'' نیلم نے تعارف کرایا تھا۔ ''اور انکل یہ ریٹا شیرنگٹن ہیں۔''

''خوشی ہوئی۔'' فریدی نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''مجھے حیرت ہے؟'' وہ مسکرائی تھی۔ لیکن مسکراہٹ میں اضطراب کی لہر بھی صاف محسوس ہوئی تھی۔

''کس بات پر حیرت ہے تمہیں.....!'' نیلم نے سوال کیا۔

''اتنے جوان باپ کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی۔''

''مشرق حیرت انگیز ہے۔'' نیلم ہنس کر بولی۔ ''تمہارا ہی جملہ دہرا رہی ہوں.....!''

''یقیناً حیرت انگیز ہے۔ پہلے سنی سنائی بات تھی۔ اب تجربے کی بناء پر کہہ سکتی ہوں۔''

گاڑی میں بیٹھتے وقت نیلم نے اردو میں کہا۔ ''انکل میں بہت اداس ہوں۔ بابا نہیں آئے۔''

''شاید بابا ہی کی وجہ سے نہیں آیا.....!'' فریدی بولا۔

نیلم ہنس پڑی تھی۔

''میرا خیال ہے کہ وہ روز بروز چڑچڑے بھی ہوتے جارہے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''میرے خطوط کے جواب میں وہ کچھ ایسے ہی نظر آتے رہے ہیں۔''

''نیلم..... یہ لڑکی مجھ پر نظر پڑتے ہی چونکی کیوں تھی!''

''میں نے نہیں محسوس کیا۔''

''کیا تم نے دور ہی سے میری نشاندہی کی تھی۔''

''قطعی نہیں..... میں نے تو بالکل قریب پہنچ کر آپ کو دیکھا تھا۔''

''اس نے پہلے ہی دیکھ لیا تھا۔'' فریدی بولا۔ ''کیا تم اس سے میرا ذکر کرتی رہی ہو؟''

''کبھی نہیں! میں نے کبھی کسی سے اپنے بارے میں تفصیل سے گفتگو نہیں کی۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ میرے باپ سے مل کر کتنی متحیر ہوئی تھی۔''

''لیکن میں نے اس سے بھی زیادہ تحیر تعارف سے پہلے اسکی آنکھوں میں دیکھا تھا۔''

''ایک بہت ہی دکھی لڑکی ہے۔ اطمینان سے اس کے بارے میں بتاؤں گی۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ تینوں پچھلی ہی سیٹ پر تھے۔ گاڑی ڈرائیور چلا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ''تمہارے لئے دوسری منزل خالی کردی گئی ہے۔''

''اور آپ کی تجربہ گاہ۔''

''تیسری منزل پر..... شاید میں نے تمہیں مطلع نہیں کیا تھا کہ تیسری منزل بھی تعمیر ہوگئی ہے۔''

''نہیں شاید آپ نے پچھلے سال لکھا تھا..... مجھے یاد نہیں رہا۔''

''آج میں کتنی خوش ہوں..... لیکن بابا.....!''

''ارے تو کیا وہ تم سے متنفر ہے۔''

''پھر کیوں نہیں آئے۔''

''کیا تم نہیں جانتیں کہ وہ تھوڑا سا کریک بھی ہے۔''

''آخر کیا کہا تھا.....؟''

''یہی کہ اب مجھے شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا۔''

''سنجیدگی سے کہا تھا.....؟''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... حقیقت یہ ہے کہ کسی قدر آرام طلب ہو گیا ہے۔ اگر تمہارا طیارہ اس وقت، آنے کی بجائے نو بجے شب کو آتا تو تم اسے ایئرپورٹ پر ضرور موجود پاتیں۔''

''تب تو ٹھیک ہے۔''

دفعتاً ریٹا شیر ٹنگٹن بولی۔ ''میں بڑی گھٹن محسوس کر رہی ہوں۔''

''کیوں؟'' نیلم چونک پڑی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے باتوں کی رو میں اسے قطعی بھول ہی گئی ہو۔

''اس لئے کہ تم لوگوں کی گفتگو نہیں سمجھ سکتی۔''

''اوہ..... مجھے بے حد افسوس ہے۔'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ میرے اس ریمارک پر ناراض تو نہیں ہوئے۔''

''ہرگز نہیں..... دراصل اسے اتنے دنوں کے بعد دیکھا ہے کہ.....!''

''میں سمجھتی ہوں اور اپنے اس ریمارک پر خود ہی شرمندگی بھی محسوس کر رہی ہوں۔''

''تم نے کوئی غیر فطری بات نہیں کہی تھی۔''

''میرا باپ بہت گریٹ ہے ریٹا۔'' نیلم بولی۔ ''اب تمہاری موجودگی میں کوئی بھی اردو میں گفتگو نہیں کر سکے گا۔''

''تب تو شرمندگی مستقل ہوئی۔''

''تمہیں آثار قدیمہ سے تو ضرور دلچسپی ہوگی؟'' فریدی نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

''بہت زیادہ جناب......!'' ریٹا بولی۔

''اگر تمہارے پاس وقت ہو تو نیلم تمہیں پورے ملک کی سیر کرائے گی۔''

''شکریہ جناب......!''

گاڑی فریدی کی کوٹھی کے قریب پہنچ چکی تھی۔

ڈرائیور نے ہارن دیا اور چوکیدار نے پھاٹک کھول دیا۔ گاڑی پھاٹک سے گزر کر رچ میں جارکی تھی۔ وہ گاڑی سے اُترے لیکن فریدی چوکیدار کی طرف متوجہ ہوگیا جو خلاف ل پورچ کی طرف تیزی سے بڑھا آرہا تھا۔

''کیا بات ہے۔'' اس کے قریب پہنچنے پر فریدی نے سوال کیا۔

''تین بجے کپتان صاحب باہر گئے ہیں......اور یہ پرچہ دے گئے ہیں۔''

فریدی نے ہاتھ بڑھا کر اس سے تہہ کیا ہوا کاغذ لیا تھا اور ان دونوں سے بولا تھا۔ 'چلو......چلو اندر چلو۔''

''آخر جانا ہی پڑا بابا کو۔'' نیلم ہنس کر بولی۔ ''اب میں ایسی بچی بھی نہیں ہوں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ کیونکہ اس نے اس دوران میں وہ مختصر سی تحریر دیکھ لی تھی۔ حمید نے تھا۔ ''میں باہر جارہا ہوں......آپ لائن اے اور بی کے ٹیپ چیک کر لیجئے گا۔ یہ بھی سکتا ہے کہ میں آپ کے آنے سے پہلے ہی واپس آجاؤں۔''

وہ کسی قدر متفکر نظر آنے لگا تھا۔ اندر پہنچ کر اس نے کہا۔ ''اگر تم لوگ کافی یا چائے پینا ہو تو......!''

''نہیں......!'' ریٹا جلدی سے بولی۔ ''خواہش نہیں ہے۔ ہم نے جہاز لینڈ کرنے قبل ہی کافی پی تھی۔''

فریدی انہیں دوسری منزل پر پہنچا کر نیچے آیا تھا اور اے لائن سے اٹیچڈ ٹیپ ریکارڈ کا سپول ریوائنڈ کر کے آخری کال سننے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار کچھ اور ے ہوگئے تھے۔ لائن بی پر آخری کال حمید اور ایکس چینج کی گفتگو تھی۔

دوسرے ہی لمحے وہ پھر باہر جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

گاڑی مے پول کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ فریدی بے حد متفکر تھا۔ اس نے نہ صرف و گمنام اور تحیر خیز کال سنی تھی بلکہ آواز بھی پہچاننے کی کوشش کی تھی..... لیکن اس سلسلے میں کچھ کرنے سے قبل حمید کی خبر لینا ضروری تھا۔

بالآخر وہ اس جگہ جا پہنچا تھا جہاں پولیس کی گاڑیوں کیساتھ ہی آدمیوں کا جم غفیر بھی موجو تھا۔ پولیس والے انہیں پیچھے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور اب وہاں اندھیرا بھی نہیں تھا۔

پاور ہاؤز والوں نے برقی نظام کے اختلال پر قابو پالیا تھا۔ وقوعے کا علم ہو جانے کے بعد فریدی مضطربانہ انداز میں آگے بڑھا۔ اس نے ایس پی سے پہلا سوال کیا۔

''کوئی جانی نقصان تو نہیں ہوا.....؟'' اس نے ایس پی سے پہلا سوال کیا۔

''اوہ..... آپ.....!'' ایس پی کے لہجے میں تحیر تھا۔

''آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔''

''جی نہیں..... بوتھ خالی تھا۔ ہمیں کوئی لاش نہیں ملی۔''

''وقوعہ کس وقت ہوا.....؟''

''مجھے تین بج کر پینتالیس منٹ پر اطلاع ملی تھی۔''

''کوئی ایسا آدمی جو صحیح وقت بتا سکے۔''

ایس پی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو منفی جنبش دی تھی۔

فریدی وہاں سے ہٹ کر ٹھیک اس جگہ جا پہنچا جہاں کچھ دیر پہلے ایک ٹیلی فون بوتھ لیکن اب دھواں اگلتے ہوئے ایک ملبے کے ڈھیر کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

پھر جلد ہی فریدی نے ذاتی طور پر ایس پی کے بیان کی تصدیق کر لی تھی۔ یعنی وقو سے قبل بوتھ خالی ہی تھا اور شاید حمید وقوعے کے بعد بھی وہاں نہیں دیکھا گیا تھا۔ ورنہ ایس ضرور تذکرہ کرتا۔ فریدی نے سوچا پھر وہ کہاں گیا۔ کیا اس نے گمنام کال کرنے والے آواز پہچان لی تھی اور اب اسی کی فکر میں تھا؟ اگر وہ تنہا ہی اس چکر میں پڑ گیا ہے تو اس ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔

فریدی نے اپنی گاڑی واپسی کے لئے موڑ دی تھی اور ایس پی کو مزید تحیر کے عالم میں چھوڑ گیا تھا۔ کیونکہ فریدی کے محکمے تک یہ بات اس وقت پہنچتی جب خود ایس پی کی طرف سے اس کی تحریک ہوتی۔

فریدی کی گاڑی اس سڑک پر مڑ گئی جو بندرگاہ کی طرف جاتی تھی۔ تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ ایک کار الٹی پڑی نظر آئی اور اس کی نمبر پلیٹ پر روشنی پڑتے ہی اس نے پورے بریک لگائے تھے۔

وہ گاڑی حمید ہی کی تھی۔ فریدی اپنی گاڑی سے اُتر کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا تھا..... دور تک سڑک سنسان پڑی تھی۔

الٹی ہوئی گاڑی خالی نظر آئی۔ فریدی نے اسے سیدھا کیا تھا اور پھر اپنی گاڑی کی طرف لوٹ آیا تھا۔ حمید ان دنوں پٹرول کی بچت کے لئے منی آسٹن گاڑی استعمال کر رہا تھا۔ اس لئے اسے سیدھی کرنے میں کوئی دشواری بھی پیش نہیں آئی تھی۔

فریدی نے اپنی گاڑی کے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ٹارچ نکالی تھی اور پھر حمید کی گاڑی کے قریب جا کھڑا ہوا تھا۔ ٹارچ روشن کر کے گاڑی کے اندر کچھ دیکھتا رہا تھا۔

پھر چھت پر نظر ڈالی..... اس کے بعد اس پہیے کا جائزہ لیتا رہا جس کا ایکسل ٹوٹا تھا۔

ایکسل ضرور ٹوٹا تھا لیکن قطعی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ گاڑی ایکسل ٹوٹنے کی وجہ سے الٹی ہو۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے بہت احتیاط سے الٹی گئی ہو..... چھت پر کہیں نہ کوئی گڑھا تھا اور نہ کوئی خراش ہی نظر آئی تھی۔

فریدی چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔ انجن اسٹارٹ کیا تھا اور گاڑی آگے بڑھ گئی تھی۔

اس سڑک پر اس نے محض اسلئے گاڑی موڑی تھی کہ پلازا سینما کے قریب ایک ٹیلی فون بوتھ اور بھی تھا۔ گھر کال کر کے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس دوران میں حمید گھر تو نہیں پہنچ گیا۔

کال اسے اب بھی کرنی تھی کیونکہ الٹی ہوئی گاڑی کا معاملہ بھی صاف نہیں تھا۔ نہ تو اندر کہیں خون کی ایک بوند ہی دکھائی دی تھی اور نہ ایکسل ٹوٹنے کے علاوہ گاڑی ہی کو کوئی

نقصان پہنچا تھا۔ چار چھ فرلانگ چلنے کے بعد اس نے پھر گاڑی روکی اور فٹ پاتھ پر اُتر گیا۔ ٹیلی فون بوتھ سامنے ہی تھا۔ حمید ہی کی خواب گاہ والے فون کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔

''ہیلو.....!'' دوسری طرف سے حمید ہی کی آواز آئی تھی۔

''تو تم زندہ ہو.....!''

''لیکن اب ضرور مر جاؤں گا۔ کیونکہ باہر سے وہ دختر تیرونشتر دروازہ پیٹ رہی ہے۔''

فریدی نے ریسیور کلپ سے لگا دیا اور بوتھ سے باہر نکل آیا۔

اب اس کی گاڑی گھر کی طرف جا رہی تھی۔ سنسان سڑکیں اب جاگنے لگی تھیں اور سردی بڑھ گئی تھی۔ فریدی کا ذہن اس فون کال میں الجھا ہوا تھا۔ اس نے آواز پہچاننے کی کوشش کی تھی لیکن اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔ ویسے سنی ہی ہوئی سی آواز لگی تھی۔ وہ یادداشت پر زور دیتا رہا۔ گھر پہنچ کر سیدھا حمید کی خواب گاہ کی طرف گیا تھا۔ نیلم دروازے کے سامنے کرسی ڈالے بیٹھی ہوئی نظر آئی۔

''کمال ہے تم یہاں کیا کر رہی ہو۔''

''یہ اپنی شکل کیوں نہیں دکھا رہے..... اور اندر سے مجھے دختر نیک اختر کی بجائے دختر تیرونشتر کہا تھا۔''

''دروازہ کھولو.....!'' فریدی نے اونچی آواز میں کہا۔

دروازہ کھلا تھا اور نیلم جھپٹ کر حمید کی گردن میں جھول گئی تھی۔

''میں واقعی تھپڑ مار دوں گا۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''جان سے مار دو..... بابا پیارے کہ زندگی تم سے زیادہ عزیز نہیں۔''

''بابا کی بچی رحم کر میرے حال پر۔'' وہ دانت پیس کر بولا۔

''ہٹ جاؤ نیلم..... واقعی اسکا دماغ چل گیا ہے۔'' فریدی نیلم کو دوسری طرف ہٹاتا ہوا بولا۔

''آخر بات کیا ہے؟'' اس بار نیلم نے بھی حمید پر آنکھیں نکالی تھیں۔

''ہو سکتا ہے اس وقت موت ہی کے جبڑوں سے بچ نکلا ہو۔''

''میں نہیں سمجھی۔'' نیلم سیریس ہو گئی اور حمید پلکیں جھپکائے بغیر خلاء میں گھورنے لگا۔

بالکل کسی شہید کا مجسمہ لگ رہا تھا۔

''بیٹھ جاؤ.....!'' فریدی نے اسے بستر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

''حالانکہ ''لیٹ جاؤ'' کہنا چاہئے تھا۔'' حمید نے کہا اور دھم سے بستر پر بیٹھ گیا۔

''کیا دھماکہ تمہارے پہنچنے سے قبل ہو چکا تھا۔''

''جی نہیں! اگر بوتھ میں داخل ہونے یا تیس سیکنڈ مزید بوتھ کے قریب ٹھہرنے کی غلطی سرزد ہو جاتی تو کم از کم اس بابا کی جونک سے تو نجات مل ہی گئی ہوتی۔''

نیلم نے قہر آلود نظریں حمید پر ڈالی تھیں اور پھر یہ معلوم کئے بغیر کہ واقعہ کیا تھا کمرے سے نکلی چلی گئی تھی۔

''اور تمہاری گاڑی۔'' فریدی اسے گھورتا رہا۔

''گاڑی.....!'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''خواہ مخواہ ایکسل ٹوٹ گیا تھا۔''

''لیکن وہ ایکسل ٹوٹنے کی وجہ سے تو نہیں الٹی تھی۔''

''میں کب کہہ رہا ہوں..... ایکسل ٹوٹنے کے بعد چلنے کے قابل تو رہی نہیں تھی۔ پھر میں خود ہی کیوں نہ اُسے الٹ کر پیدل ہی چل پڑا ہوتا۔ اگر انڈسٹریل ایریا والی بس نہ مل جاتی تو طلوع آفتاب سے پہلے گھر نہیں پہنچ سکتا تھا۔''

''آخر تمہارا بچپن کب رخصت ہوگا۔''

''جان کے ساتھ ہی جائے گا۔'' حمید نے ایسے لہجے میں کہا جیسے خود بھی اپنی بچکانہ فطرت سے تنگ آ گیا ہو۔

''بیٹھ جاؤ..... میں تفصیل سے سننا چاہتا ہوں۔''

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا تھا۔ ناک بھوں سکوڑے ہوئے بیٹھ گیا۔ پھر اس نے پوری داستان دہرائی تھی۔

''دو ماہ کے اندر اندر یہ تیسری کوشش تھی۔'' فریدی پُرتفکر لہجے میں بولا۔

''کیا مطلب.....؟'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس سے قبل میں بھی دو بار بال بال بچا ہوں۔''

''اور ذکر تک نہیں کیا.....!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

''مجھے وہ آواز کچھ جانی پہچانی سی لگتی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے۔'' فریدی نے کچھ دیر بعد کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

''دوبار سننے کے بعد ہی فیصلہ کر سکوں گا۔ اس وقت تو دھیان نہیں دیا تھا۔''

دوسرے دن اتوار تھا۔ ناشتے کی میز نو بجے سے پہلے نہیں لگی تھی۔ کیونکہ فریدی کے علاوہ سبھی ساڑھے آٹھ بجے تک سوتے رہے تھے۔ غالباً وہ اس کے بعد سویا ہی نہیں تھا۔

حمید نے نیلم کی مہمان کو دیکھ کر کہا۔ ''آخر تم کیوں دوڑی آئی ہو..... جب اسے ساتھ لانا تھا۔''

''بس خاموش رہئے..... زندگی بھر آپ سے بات نہیں کروں گی۔''

''تعارف کرا دینے کے بعد.....!''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''ریٹا کی موجودگی میں اردو میں گفتگو نہیں ہوگی۔'' فریدی نے انگلش میں کہا۔

''میں شرمندہ ہوں۔'' ریٹا نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''میں نے ایئر پورٹ ہی پر وضاحت کر دی تھی کہ اس میں شرمندگی کی کوئی بات نہیں۔'' فریدی نے کہا اور تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔

''یہ ساجد حمید ہیں..... نیلم کے چچا..... اور یہ مس ریٹا شیرنگٹن نیلم کی دوست۔''

ریٹا نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

''بڑی خوشی ہوئی۔'' حمید نے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کا ذکر نیلم کی زبانی بہت سنا ہے۔''

''یہ وہ نہیں ہیں جن کا ذکر میں کرتی رہی ہوں۔'' نیلم نے خشک لہجے میں کہا۔

حمید کچھ نہ بولا۔

''تم بہت مضمحل نظر آ رہی ہو۔ طبی امداد کی ضرورت تو نہیں۔'' فریدی نے ریٹا سے کہا۔

وہ چونک پڑی۔ پھر مضمحل سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ ''جی نہیں ٹھیک ہو جاؤں گی۔ ف تھکن ہے۔''

''تم نے مشرقی تکلفات کے بارے میں بھی سنا ہوگا لیکن یہ خانہ بے تکلف ہے۔''

''بالکل بالکل.....!'' حمید سر ہلا کر بولا اور نیلم اسے غضبناک نظروں سے گھور کر رہ گئی تھی۔

ناشتے کے بعد وہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔

''کیا تم نے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔'' دفعتاً ریٹا نے نیلم سے سوال کیا۔

''ابھی تک موقع ہی نہیں مل سکا۔''

''لیکن اب ضرورت نہیں..... میں خود ہی بات کروں گی۔''

''میں نہیں سمجھی.....!'' نیلم نے حیرت سے کہا۔

''تم نے اپنے باپ کا نام احمد کمال بتایا تھا لیکن میں انہیں کرنل فریدی کے نام سے نتی ہوں اور ان کی پوزیشن سے بھی واقف ہوں۔''

حمید نے اُسے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تھا اور فریدی بھی خصوصیت سے متوجہ ہو گیا۔

''سب سے پہلے میں یہ کہوں گی کہ آپ خطرے میں ہیں۔'' ریٹا نے فریدی کی طرف یہ کر کہا۔

''میرے لئے کوئی نئی بات نہیں۔'' فریدی مسکرایا۔

''تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' نیلم کی آواز میں لرزش تھی۔

''ہم ایک دوسرے کے والدین کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو کب کیا کرتے ہیں۔ مسٹر احمد ل سے اسی لئے واقف نہ ہو سکی لیکن کرنل فریدی کو پہلے سے جانتی تھی۔''

''میرا خیال ہے کہ تم درست کہہ رہی ہو۔'' فریدی بولا۔

نیلم اور حمید اب اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اس نے کہا۔

''ایئر پورٹ پر مجھے دیکھتے ہی تم چونک پڑی تھیں..... پہلے مجھے کب اور کہاں دیکھا تھا۔''

''میں نے آپ کی تصویر دیکھی تھی.....جس کے پاس دیکھی تھی اسی کے لئے یہاں آئی ہوں۔ نیلم نے کہا تھا کہ میرا باپ ملک کے سربرآوردہ لوگوں میں سے ہے..... تمہاری مدد ضرور کرے گا.....ویسے اگر نیلم نہ کہتی تب بھی مجھے آنا ہی تھا۔''

''اسی فرد کی تلاش میں جس کے پاس تم نے میری تصویر دیکھی تھی۔'' فریدی نے پوچھا

''جی ہاں.....؟''

''شامت.....!'' حمید نے نیلم کی طرف دیکھ کر اردو میں کہا۔

وہ کچھ نہ بولی۔ ریٹا فریدی سے کہہ رہی تھی۔ ''جی ہاں! میں اسی کی تلاش میں آئی ہوں۔

''اور مجھے یہ اطلاع دے رہی ہو کہ میری زندگی خطرے میں ہے۔''

''محض اس لئے کہ آپ میری بہت پیاری دوست نیلم کے باپ ہیں۔''

''اور وہی شخص میرے لئے خطرناک بھی ہوسکتا ہے.....!''

''جی ہاں.....!''

''تم جانتی ہو کہ اگر وہ میرے ہاتھ آ گیا تو اس کے ساتھ میرا رویہ کیا ہوگا۔''

''میں سمجھتی ہوں۔''

''اور وہ شخص تمہیں اتنا ہی عزیز ہے کہ تم اسے تلاش کرنے اتنی دور چلی آئی ہو۔''

''یہ بھی درست ہے..... میں اسے راہ راست پر لانا چاہتی ہوں۔ اس لئے آپ تلاش بھی میرے پروگرام میں شامل تھی۔''

''میں سمجھا! تم یہ چاہتی ہو کہ وہ غیر قانونی حرکت کرنے سے قبل ہی تمہیں مل جائے۔''

''جی ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔''

''اس کے لئے تمہیں تفصیل سے گفتگو کرنی پڑے گی۔''

''کیا ابھی.....؟''

''جتنی جلد ممکن ہو۔''

ریٹا نے ہچکچاہٹ کے ساتھ حمید کی طرف دیکھا تھا۔

''تم سب کچھ کہہ سکتی ہو۔ اس میز پر کوئی غیر متعلق فرد موجود نہیں ہے۔''

''وہ میرا بڑا بھائی ہے۔'' ریٹا طویل سانس لے کر بولی۔ ''فلپ شیرنگٹن تین سال قبل نشانہ بازی کے عالمی مقابلے میں اول انعام لے چکا ہے۔''

''اوہ.....!'' فریدی کی آنکھوں میں پل بھر کے لئے تشویش کے آثار نظر آئے تھے۔

''اس حوالے سے شاید آپ اسے پہچان گئے ہوں گے۔''

''ہاں..... مجھے اسپورٹس سے دلچسپی ہے۔''

''فلپ نادانستگی میں ان کے ہتھے چڑھ گیا ہے..... پہلے پہل انہوں نے اسے بہت اچھے معاوضے پر بحیثیت انسٹرکٹر ایک شوٹنگ کلب میں رکھا تھا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ اسے دوسرے غیر قانونی معاملات میں الجھاتے چلے گئے۔ منشیات کا عادی بنایا۔ جوئے کی لت ڈلوائی اور اس طرح اسے اپنے قابو میں کرلیا۔ بہرحال وہ اندرون ملک ہی ان کی خدمات انجام دیتا رہا تھا کہ اچانک اسے اس ملک سے باہر کا بھی ایک کام سونپ دیا گیا۔ وہ بہت زیادہ نروس تھا۔ یہاں نہیں آنا چاہتا تھا لیکن مجبوری..... اس میں انکار کی جرأت نہیں تھی۔ انکار کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جبکہ انکار کی صورت میں موت لازمی ہو۔''

''میں سمجھتا ہوں.....!'' فریدی نرم لہجے میں بولا۔

''میں خوش نصیب ہوں کہ اسکی پوزیشن واضح کرنے میں کامیاب ہوگئی..... ورنہ آپ کو پہلی بار دیکھنے کے بعد سے یہی سوچتی رہی تھی کہ آخر یہ سب کچھ آپ کو کیسے بتا سکوں گی۔''

''یہ تو کوئی ایسی خاص الجھن نہیں تھی۔''

''یقیناً تھی..... بھائی آپ کو قتل کرنے آیا ہے اور بہن آپ کی مہمان ہے۔''

''اگر تمہیں یہاں آنے سے قبل معلوم ہوجاتا کہ تم کہاں جارہی ہو.....؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''یقین کیجئے کہ نیلم کو سب کچھ وہیں بتا دیتی۔''

''مجھے یقین ہے۔''

''پھر..... اب آپ کیا کریں گے۔''

''ضروری ہے کہ تمہارے بھائی کو تلاش کیا جائے۔''

''لیکن اگر آپ نے اسے معاف بھی کر دیا تو وہ ان لوگوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔''

''ان لوگوں کے بارے میں بھی کچھ بتاؤ..... لیکن نہیں..... ٹھہرو..... پہلے یہ بتاؤ کہ اپنے بھائی کے بارے میں تمہیں یہ ساری معلومات کس طرح حاصل ہوئی تھیں۔''

''یہ تو سبھی جانتے ہیں کہ وہ شوٹنگ کلب میں انسٹرکٹر ہے۔ پچھلے چھ ماہ سے قبل میں بھی اسی حد تک واقف تھی۔ لیکن پھر ایک دن جب وہ ایک مقابلے میں جج کے فرائض انجام دینے میکسیکو جا رہا تھا مجھ پر ایک نیا انکشاف ہوا۔ اس وقت بھی وہ بہت زیادہ نروس نظر آ رہا تھا۔ اس دن بھی اسے ایک بڑا کام سونپا گیا تھا۔ لیکن اگر وہ پکڑا جاتا تو اس کی پوزیشن ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی۔ وہ میکسیکو کے سرکاری مہمان کی حیثیت سے جا رہا تھا اور اسے دس لاکھ ڈالر کی ہیروئن دی گئی تھی جو میکسیکو ہی میں کسی کو دینی تھی۔ وہ اس قدر پریشان تھا کہ رونے لگا تھا۔ اس طرح اسے کم از کم مجھ سے کھل کر گفتگو کرنی پڑی تھی لیکن ساتھ ہی اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر کسی کے کان میں اس کی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ مار ڈالا جائے گا..... میں کیا کر سکتی تھی..... وہ بُری طرح الجھ چکا تھا۔ گلو خلاصی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ بہر حال سرکاری مہمان ہونے کی بناء پر اس کے سامان کی تلاشی نہیں لی گئی تھی اور وہ ہیروئن نکال لے گیا تھا۔ پھر اس کے بعد سے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے وہ سب کچھ بتا دیا کرتا تھا اور میں اسے صرف زبانی تسلیاں دینے کے علاوہ اور کیا کر سکتی تھی۔ پھر آپ کا معاملہ سامنے آیا اور میں بے چین ہو گئی۔ کم از کم اسے قاتل بنتے تو نہیں دیکھ سکتی تھی۔''

''اس سے پہلے اس نے اور کتنے قتل کئے تھے۔'' حمید پوچھ بیٹھا۔

''ایک بھی نہیں..... پہلی بار یہ کام سونپا گیا ہے۔''

''اسے کتنا عرصہ ہوا.....!'' فریدی نے سوال کیا۔

''ایک ماہ پہلے ہی کی بات ہے۔''

''لیکن وہ ابھی تک میرا نشانہ نہیں لے سکا۔'' فریدی نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''اب بتاؤ..... بابا کی جونک.....!'' حمید نے پھر نیلم کو چھیڑا۔

''میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔'' نیلم پریشان نظر آنے لگی تھی۔

''کیا تمہیں اس کا یہاں کا پتہ معلوم ہے۔'' فریدی نے ریٹا سے سوال کیا۔

''میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ اسی بناء پر میں نے نیلم کا سہارا لینے کی کوشش کی تھی۔ میں نہیں جانتی کہ وہ یہاں کہاں ہے۔''

''وہاں سے روانگی کی تاریخ تو یاد ہی ہوگی اور یہ بھی جانتی ہوگی کہ وہ سیدھا یہیں آیا ہے۔''

''جی ہاں..... اس نے یہی بتایا تھا کہ راہ میں کہیں رکے بغیر اسے یہاں پہنچنا ہے۔ تاریخ گیارہ دسمبر تھی۔''

''میں دیکھوں گا..... اور مشورہ دوں گا کہ جب تک اس کا سراغ نہ مل جائے..... تم اسی عمارت تک محدود رہو۔''

''جو کچھ آپ کہیں گے..... کروں گی۔''

''پاسپورٹ پر اس کا نام فلپ شیر نگٹن ہی درج ہے؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔''

''پاسپورٹ پر دوسرا نام بھی ہوسکتا ہے؟''

''ممکن ہے۔'' وہ پُرتفکر لہجے میں بولی۔ ''میں نے اسکے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا۔''

''اس کی کوئی تصویر ہے تمہارے پاس۔''

''جی ہاں..... کئی مختلف پوز ہیں۔''

''یہ بہت اچھا ہے..... اس سے مدد ملے گی۔''

لیڈی انسپکٹر ریکھا نے فائل فریدی کی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''کاغذات مل گئے ہیں..... اگر تصویر نہ ہوتی تو..... مشکل ہی سے کامیابی ہوتی۔''

''نام.....؟'' فریدی نے سر اٹھائے بغیر سوال کیا۔ وہ کسی دوسرے فائل میں الجھا ہوا تھا۔

''ٹوری بیڈسٹر..... سفر سیاحت پر مبنی ہے۔''

''یہاں کس تاریخ کو پہنچا تھا۔''

''تیرہ دسمبر.....صبح تین بجے۔''

''واپسی.....!''

''ابھی تک واپسی نہیں ہوئی۔''

''یہاں کوئی حوالہ.....!''

''کوئی بھی نہیں.....عرض کر چکی ہوں کہ سفر کی وجہ سیاحت ظاہر کی گئی ہے۔''

''اچھا.....!''

''اور کوئی خدمت.....!''

''نہیں.....شکریہ۔''

''شاید آپ بہت مصروف ہیں۔''

فریدی نے طویل سانس لے کر فائل بند کر دیا اور کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگاتا ہو بولا۔''بیٹھو.....کوئی خاص بات.....؟''

ریکھا سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی۔

''نیلم تو بالکل بدل گئی ہے۔'' اس نے کہا۔

''بدلنا ہی چاہئے۔''

''سنا ہے.....محکمے ہی میں اسے کوئی جگہ ملنے والی ہے۔''

''شعبہ تحقیق میں اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی حیثیت سے اس کا تقرر ہوا ہے۔''

''کسی بیک گراؤنڈ کے بغیر۔''

''تعجب ہے کہ تمہیں اس کی بیک گراؤنڈ کا علم نہیں۔ وہ میری بیٹی ہے۔ میں نے اسے متبنّٰی کیا ہے.....عنقریب ایک پارٹی دوں گا اس کے اعزاز میں۔''

''بڑی خوش قسمتی ہے۔''

وہ کچھ اور کہنے والی تھی کہ حمید کمرے میں داخل ہوا اور دروازے کے قریب رک کر اُسے گھورنے لگا۔

''تم کیا خبر لائے ہو.....!'' ریکھا اس کی طرف مڑ کر مسکرائی تھی۔

''بے خبری جنت ہے۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''یہ فائل دیکھو۔'' فریدی نے ریکھا کا لایا ہوا فائل ایک طرف کھسکاتے ہوئے کہا۔

حمید فائل اٹھا کر ایک گوشے میں جا بیٹھا۔

فریدی نے پھر اپنے سامنے والا فائل کھول لیا تھا۔ ریکھا خاموش بیٹھی رہی۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسے آثار تھے جیسے اس طرح نظر انداز کئے جانے پر بور ہو رہی ہو۔

''اجازت.....؟'' وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

''اوہ....اچھا....اچھا....!'' فریدی نے سر اٹھا کر کہا اور پھر کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

ریکھا حمید کو گھورتی ہوئی باہر چلی گئی۔ حمید پائپ میں تمباکو بھر رہا تھا۔ کاغذات پر اس نے سرسری سی نظر ڈالی تھی۔

''آپ کا خیال درست نکلا کہ اس نے اپنے اصل نام سے پاسپورٹ نہیں بنوایا ہوگا۔'' س نے کہا۔

''عام طور پر ایسے حالات میں یہی ہوتا ہے۔'' فریدی اس کی طرف دیکھے بغیر بولا تھا۔

''کیا یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ کہاں مقیم ہے۔''

''نہیں صرف ریٹا کے بیان کی تصدیق ہوئی ہے۔''

''فلپ شیر نگٹن .....ٹوری ہیڈ سٹر.....آخر ہم اسے کہاں تلاش کریں؟''

''فی الحال اتنا ہی کافی ہے.....دراصل میرا ذہن دوسرے نکتے میں الجھا ہوا ہے۔''

''کس نکتے میں.....!''

''ٹیلی فون بوتھ ..... میں نے تصدیق کر لی ہے کہ اس کال کے بعد سے دھماکے کے وقت تک اس بوتھ سے اور کوئی کال نہیں ہوئی تھی۔ لیکن تم نے ریسیور کو کلپ میں لگا ہوا پایا ۔ اگر شروع ہی سے لگا ہوتا تو کال ٹریس نہ کی جا سکتی۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ بولنے والے کی اچانک خاموشی کے بعد تک ریسیور نیچے جھولتا رہا تھا یا کسی نے اسے ہاتھ ہی میں رہ کر لائن کھلی رکھی تھی۔''

''غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کوئی یہی چاہتا تھا کہ کال ٹریس ہو جائے۔''

''یہ بھی ممکن ہے۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔''اور اس کا امکان بھی ہے کہ کسی نے اس وقت دخل اندازی کی ہو جب وہ نامعلوم آدمی تم سے گفتگو کر رہا تھا۔ دونوں لڑ پڑے ہوں اور ریسیور جھولتا رہ گیا ہو۔ پھر جب وہاں ایک ہی آدمی رہ گیا ہو تو اس نے ریسیور کو کلپ سے لگا کر خود بھی اپنی راہ لی ہو۔ اس صورت میں ریسیور کپ سے لگانے والا وہ آدمی ہرگز نہیں ہوسکتا جس نے تمہیں کال کی تھی۔''

''ظاہر ہے کہ اگر وہ ہوتا تو دوبارہ بھی کال کرسکتا تھا۔''

''اور تیسری صورت محض سٹ اپ ہوسکتی ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''کال کرنے والے ہی نے سب کچھ کیا ہو۔ تاکہ تم ٹائم بم کا شکار ہوسکو۔ اندازہ کرنا مشکل تو نہیں کہ تم کتنی دیر میں کال ٹریس کرو گے اور کتنی دیر میں وہاں پہنچ جاؤ گے۔ لیکن ہر صورت میں ریسیور کا کلپ میں ملنا بڑی عجیب بات ہے۔''

''کیوں.....؟''

''اگر تم سے گفتگو کرنے والا بھاگ کھڑا ہوا تھا تو حملہ آور کو اس کے پیچھے جانا چاہئے تھا اسے کیا پڑی تھی کہ ریسیور کو اس کی جگہ رکھنے کا تکلف کرتا۔''

''ٹھیک ہے؟''

''تو پھر اس حرکت کا مقصد غیر واضح ہی ٹھہرا۔''

''اگر آواز پہچانی جاسکے۔''

''محکمے کی تحویل میں کوئی ایسی ریکارڈڈ آواز نہیں ہے جو اس آواز کے مماثل ہو۔ اس لئے اسے بھی دشوار ہی سمجھو۔''

''ریٹا کا بھائی نشانہ باز ہے۔ وہ ٹائم بم کیوں رکھنے لگا۔ ظاہر ہے نشانہ باز ہونے کی بناء پر اس کا انتخاب کیا گیا ہوگا۔''

''اسے فی الحال الگ ہی رکھو.....پچھلی دونوں کوششوں میں بھی رائفل یا ریوالور کو دخل نہیں تھا۔ اگر وہ کامیاب ہوجاتیں تو میری موت حادثاتی کہلاتی.....قتل عمد نہیں۔''

''آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟''

''فی الحال کچھ بھی نہیں۔''

''ریٹا بے چاری قید ہو کر رہ گئی ہے۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

حمید نے پائپ سلگایا تھا اور خاموشی سے کمرے کے فرش کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فریدی نے پوچھا۔ ''تمہیں بوتھ میں داخل ہونے سے کس چیز نے روکا تھا۔''

''بس چھٹی حس.....!''

''چھٹی حس کی بیداری کے بھی اسباب ہوتے ہیں۔ ماحول میں کوئی غیر معمولی یا غیر فطری بات چھٹی حس کو بیدار کرتی ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ریسیور کلپ میں پاتے ہی تم محتاط ہو گئے ہو۔''

''ہو سکتا ہے.....یہی بات ہو۔''

''اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ پھر اس پر بھی غور کرو، جو شخص اتنی سوجھ بوجھ رکھتا ہو کہ کال ٹریس کر کے بوتھ تک پہنچنے کے وقت کا اندازہ لگا سکتا ہو وہ ریسیور کو کلپ میں لگا جانے کی حماقت کیسے کرے گا۔''

''آپ تو الجھاتے ہی چلے جا رہے ہیں۔''

''صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ سچ مچ تمہاری زندگی کا گاہک ہوتا تو ریسیور کو جھولتا ہی چھوڑ جاتا۔ کلپ سے ہرگز نہ لگاتا۔''

''تب پھر میری ہونے والی کسی سالی نے مذاق کیا ہوگا۔''

فریدی نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی اور پھر کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا۔

حمید پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا ہوا ریٹا کی نیلی آنکھوں کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔

فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

''ہیلو.....!'' کہہ کر سنتا رہا۔ پھر ریسیور حمید کی طرف بڑھاتا ہوا بولا تھا۔

''تمہاری کال ہے۔''

حمید نے اٹھ کر ریسیور کان سے لگایا ہی تھا کہ کسی طوطے کی ٹیں ٹیں سنائی دی۔ اس نے حیرت سے فریدی کی طرف دیکھا۔

''مٹھو بیٹے..... مٹھو بیٹے..... پیر نبی جی بھیجو۔'' آواز مسلسل آ رہی تھی۔ حقیقتاً وہ طوطا ہی تھا اور اس نے جتنا کچھ بھی رٹ رکھا تھا اگلے جا رہا تھا۔

اُدھر فریدی نے کال ٹریس کرنے والے کمپیوٹر کا بٹن دبایا تھا۔ ایکس چینج سے رجوع کئے بغیر کال ٹریس کرنے والا یہ کمپیوٹر اپنی مثال آپ تھا۔ کبھی ایک عدد کی بھی غلطی اس سے نہیں ہوتی تھی۔

''کسی آدمی کی بھی آواز سنائی دی۔'' فریدی نے حمید سے پوچھا۔

اس نے ریسیور کان سے لگائے ہوئے سر کو منفی جنبش دی۔ اب طوطا کہہ رہا تھا۔ ''گلرو ..... گلرو..... تیرا باپ پتھر کھاتا ہے..... روبی خان پتھر کھاؤ گے..... ٹیں..... ٹیں..... ٹیں..... میا مٹھو..... پیر نبی جی بھیجو۔''

پھر دفعتاً سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ حمید احمقانہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔

''کون تھا.....!'' فریدی نے پوچھا۔

''کیا آپ نے نہیں سنا۔''

''طوطا.....!''

''جی ہاں..... آپ ہی شوق فرمایا کیجئے۔ مجھے کیوں تھما دیا ریسیور..... اب عورتیں اس طرح چھیڑنے لگی ہیں آپ کو۔''

''کیا کسی عورت کی بھی آواز سنی تھی تم نے۔''

''جی نہیں اس بار تو صرف طوطا ہی تھا..... مگر صاحب خوب تھا..... یہ گلرو کون ہے جس نے طوطے کی زبانی آپ کو میسج دینے کی کوشش کی تھی۔ کیا اب آپ روبی خان کہلانے لگے ہیں۔ میرے ہارڈ اسٹون کہنے پر ناراض ہوتے ہیں لیکن وہ آپ کو پتھر کھلا رہی تھی۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو؟''

''جھوٹ نہیں کہہ رہا..... لیکن آپ خواہ مخواہ پوز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اس قسم

کی کوئی کال پہلی بار آئی تھی۔''

''یہ حقیقت ہے.....ورنہ میں ریسیور تمہاری طرف کیوں بڑھا دیتا۔اس قسم کے فضول تعلقات تم ہی نے قائم رکھے ہیں لوگوں سے۔''

''جی نہیں! میرے لئے بھی یہ حادثہ نیا ہی تھا۔''

''لیکن تم نے روبی خان اور پتھر کی کیا بات کی تھی؟''

''کیا واقعی آپ کے لئے نئی بات تھی۔''

''میں کیا پوچھ رہا ہوں۔'' فریدی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''طوطے نے کہا تھا گلرو تیرا باپ پتھر کھاتا ہے.....روبی خان پتھر کھاؤ گے۔''

یک بیک فریدی کرسی سے اٹھ گیا۔

''سمجھ گئے نا آخر آپ.....!'' حمید طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

''میرے ساتھ آؤ۔'' کہتا ہوا فریدی دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ محکمے کی تجربہ گاہ میں آئے تھے اور فریدی نے انچارج سے وہ ٹیپ طلب کیا تھا جو اسے آواز کے تجزیئے کے لئے دیا گیا تھا۔

''رپورٹ آپ کو مل گئی تھی؟'' انچارج نے پوچھا۔

''مل گئی تھی.....میں اسے ذرا پھر سننا چاہتا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔

حمید بُرا سا منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔کسی طرح اس ٹیپ سے چھٹکارا ہی نہیں نصیب ہوتا۔ پتا نہیں کتنی بار گھر پر سنا جا چکا تھا۔اس کے بعد محکمے کی تجربہ گاہ میں آواز کے تجزیئے کے لئے لایا گیا اور تجربہ گاہ سے ملنے والی رپورٹ بھی شاید دیکھی جا چکی تھی۔اس کے باوجود پھر وہی ٹیپ.....ایک بار پھر سنا جائے گا۔

لیکن اس وقت یہ قضیہ شاید طوطے کی کال کی وجہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔طوطے کی کال.....حمید جھرجھری سی لے کر فریدی کی طرف متوجہ ہوگیا۔جس کی آنکھوں میں گہری تشویش کے آثار تھے۔

تجربہ گاہ کے انچارج نے ٹیپ ریکارڈر چلا دیا تھا۔حمید اپنی اور اس نامعلوم آدمی کی

آوازیں سنتا رہا۔ ساتھ ہی رہ رہ کر فریدی کی طرف بھی دیکھے جا رہا تھا۔

''کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اس نے آواز بدل کر بولنے کی کوشش کی ہو۔'' فریدی نے انچارج سے پوچھا۔

''شاید آپ نے تجزیئے کی رپورٹ غور سے نہیں دیکھی۔''

''مجھے تجزیئے کی رپورٹ نہیں ملی۔'' فریدی نے کہا۔ ''ریکارڈ کیپر کی رپورٹ تھی کہ اس آواز کا ریکارڈ محکمے کی تحویل میں نہیں ہے۔''

''تجزیئے کی رپورٹ میں اس امکان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ آواز بدلنے کی کوشش بھی ہوسکتی ہے۔''

''شکریہ.....!'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ باہر نکلتے نکلتے اس نے حمید سے کہا تھا۔ ''تم جا کر دیکھو کہ کال کس نمبر سے کی گئی تھی۔''

''آپ کہاں چلے.....!''

''واپس آ کر بتاؤں گا.....جلدی ہے۔''

پھر وہ پارکنگ شیڈ کی طرف چلا گیا تھا اور حمید آفس میں آیا تھا۔

اس نے کمپیوٹر سے کارڈ نکالا.....جس پر نمبروں کی بجائے چند نقطے نظر آئے جس کا مطلب یہی ہوسکتا تھا کہ کمپیوٹر نمبر نہیں ٹریس کر سکا۔

تو یہ طوطے والی کال شہر کے کسی ایکسچینج کے توسط سے نہیں ہوئی تھی۔ یہ کمپیوٹر صرف شہر ہی کے فون نمبروں کی حدود تک کارکردگی کا مظاہرہ کرسکتا تھا۔ شہر کے باہر سے آئی ہوئی کالیں اس کے حیطہ عمل میں نہیں آتی تھیں۔

حمید کی الجھن بڑھ گئی۔ آخر اس کال پر فریدی کو اچانک ٹیلی فون بوتھ والی کال کیوں یاد آ گئی تھی۔ واہ بے طوطے.....پھر اسے یاد آیا کہ فریدی روبی خان کے حوالے پر دفعتاً اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ بات محض طوطے کی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ ورنہ وہ پہلے ہی اس قسم کا ردعمل ظاہر کرنے کی بجائے ریسیور کیوں تھما دیتا اور پھر تجربہ گاہ کے انچارج سے ہونے والی گفتگو بھی یاد آئی۔ اس نے آواز کے بدلنے کی کوشش سے متعلق سوال کیا تھا۔ اس سے قبل تو اس نے

یسی کوئی بات نہیں کی تھی۔ تو گویا اس نئے خیال کا باعث بھی طوطے ہی والی کال بنی تھی۔ چھا تو کیا روبی خان کے حوالے پر فریدی کو کسی کی آواز یاد آ گئی تھی جس کے بدلے جانے کے امکان پر غور کرنے لگا تھا۔

آفس کا وقت ختم ہو جائیگے بعد بھی حمید وہیں فریدی کی واپسی کا منتظر رہا۔ ٹھیک پانچ بجے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ حمید نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی تھی۔

''کمپیوٹر نے کون سا نمبر بتایا ہے۔''

''صفر.....!'' حمید بولا۔

''کال باہر کی تھی۔''

''آپ کہاں ہیں اور میری چھٹی ہوئی یا نہیں۔''

''گھر جاؤ۔''

''آپ کہاں ہیں!''

''جواب ملنے کی بجائے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ حمید نے ٹھنڈی سانس کر ریسیور کریڈل پر رکھا ہی تھا کہ پھر گھنٹی بج اٹھی۔

''ہیلو.....!'' حمید ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دہاڑا۔

''کون صاحب ہیں۔'' دوسری طرف سے نیلم کی آواز آئی۔

''وہی بد بخت.....!''

''بابا.....آج بہت دیر کر دی۔ یہاں موٹے بھائی براجمان ہیں۔ خدا کیلئے جلدی آؤ۔''

''نکال باہر کرو.....میں اچھے موڈ میں نہیں ہوں۔''

''سارے جتن کر ڈالنے کے بعد ہی فون کر رہی ہوں.....!''

''سچ مچ خون سوار ہے مجھ پر.....!''

''کوئی خاص بات.....؟''

''بہت عرصہ سے کوئی عام بات نہیں ہوئی۔''

''کچھ بھی ہو.....فوراً آؤ.....ریٹا اسے دیکھ دیکھ کر نروس ہو رہی ہے۔!''

''ریٹا کو اسی کے حوالے کردو۔ بھائی کا غم بھول جائے گی۔'' کہہ کر حمید نے ریسیو کریڈل پر رکھ دیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی گھر کی طرف جارہی تھی۔

پورچ میں قدم رکھتے ہی قاسم کے قہقہے کی گونج سنائی دی۔ وہ ڈرائنگ روم میں تھے۔

قاسم انگریزی ''گھوگھتا'' ہوا نظر آیا۔ کم از کم حمید کے ذہن میں تو یہی مہمل لفظ گونجا اسے انگریزی بولتے دیکھ کر..... عجیب سا حلیہ بنتا تھا۔ آنکھوں کے گرد شکنیں پڑ جاتی تھیں ہونٹ تھوتھنی کی شکل اختیار کر لیتے تھے۔ ہاتھ غیر ضروری حرکتیں کرتے تھے اور پورا تھلتھلانے لگتا تھا۔

نیلم مسکرا رہی تھی اور ریٹا کی شکل پر بارہ بج رہے تھے۔ لیکن آنکھیں قاسم ہی پر جمی ہوئی تھیں۔

''آ گیا میرا بھائی۔'' قاسم اردو میں دھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔

اسی کے ساتھ نیلم اور ریٹا بھی بوکھلا کر اُٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

''بیٹھ جاؤ بھائی کے بچے..... تم یہاں کیوں آئے ہو..... پچھلے ہفتے ہمارا جھگڑا ہوا نا.....!'' حمید کہتا ہوا آگے بڑھا۔

''ہاں.....!'' قاسم چونک کر بولا۔ ''میں تو بھول ہی گیا تھا..... ان کے آنے کی خبر نہیں رہا غیا..... چلا آیا۔''

''اچھا تو اب جاؤ۔''

قاسم نے جھینپے ہوئے انداز میں نیلم کی طرف دیکھا تھا۔

''نہیں..... بیٹھئے..... آپ.....!'' نیلم ہاتھ ہلا کر بولی۔

''تم بور تو نہیں ہو رہیں۔'' حمید نے ریٹا سے پوچھا۔

''نن..... نہیں..... لیکن تمہارے دوست سے خوف معلوم ہو رہا ہے۔''

''اب خوف کی کوئی چیز نہیں رہی اس میں..... خوفناک تو اس وقت تھا جب نیا نیا بوتھ سے نکلا تھا۔''

قاسم نے گھور کر حمید کی طرف دیکھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ شاید پوری بات ہی پلے نہ

ی تھی۔

''ب..... بوتل سے نکلا تھا.....؟'' ریٹا نے حیرت سے کہا۔

''ہاں..... دریا میں مچھلیوں کے لئے جال ڈالا تھا..... مچھلیوں کے ساتھ ایک سربند تل بھی نکلی تھی..... ڈرائی جن کی.....!''

''دیکھا تم نے نیلم باجی..... مجھے بوتل قاجن کہہ رہا ہے..... میں سمجھ گیا۔''

''نہیں بھیا..... ڈرائی جن..... شراب کا نام ہے۔''

''تمہاری وجہ سے چلا آیا تھا۔ ورنہ یہ تو صورت حرام ہوگیا ہے۔ بالکل پولیس والا ہی لگنے لگا ہے..... روز لڑائی ہوتی ہے۔''

حمید ریٹا سے کہہ رہا تھا۔ ''اڑ بھی سکتا ہے..... اور اڑتے وقت گاتا بھی رہتا ہے۔ نیچے سے پتھر مارو تو خوشی کا اظہار کرتا ہے۔''

''تمہاری ایسی کی تیسی بھی قرتا ہے.....!'' قاسم بھنا کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ ''جارہا ہوں ..... باہر کہیں دکھائی دیئے تو سمجھ لوں گا۔''

حمید سنی ان سنی کر کے ریٹا ہی سے مخاطب رہا۔ نیلم نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ قاسم دروازے کے قریب رکا۔ شاید توقع تھی کہ روکا جائے گا۔ لیکن یہ آرزو پوری نہ ہوسکی۔ بُرا سا منہ بنائے باہر نکل گیا۔

''اس سے چھٹکارا پانے کا بہترین طریقہ یہی ہے۔'' حمید ریٹا سے کہہ رہا تھا۔ ''قطعی یہ نہ سمجھنے دو کہ تم اس کی باتیں سمجھ رہی ہو.....!''

''میں نے اتنا لمبا چوڑا آدمی پہلے کبھی نہیں دیکھا۔'' ریٹا بولی۔

''بچپن میں تو سر پر سینگ بھی تھے..... جرمنی میں آپریشن سے نکالے گئے ہیں۔ میرے دوستوں میں سبھی حیرت انگیز ہیں..... اور جو یہ نیلم ہے نا.....!''

''بس بس.....!'' نیلم ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''زیادہ بولنے سے زبان میں کانٹے پڑجاتے ہیں۔''

حمید اسے گھور کر رہ گیا۔

''اب طبیعت الجھنے لگی ہے۔ آسمان دیکھنا چاہتی ہوں۔'' ریٹا نے کہا۔

''تمہارے بھائی کا سراغ مل جائے پھر آسمان بھی دکھادیں گے..... ویسے تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی اس نے اپنی ولدیت تک بدل دی ہے۔ شیر نگٹن کی بجائے بیڈسٹر ہوگیا ہے۔ ٹوری بیڈسٹر..... کیا تم اس کے اس نام سے بھی واقف تھیں۔''

''ہرگز نہیں..... تمہیں کیسے معلوم ہوا۔''

''تصویر کی مدد سے ویزا فارم تلاش کرلیا گیا ہے..... جس پر یہی نام تحریر ہے۔ سفر کی غایت سیاحت ظاہر کی گئی ہے۔''

''خدارا اسے جلدی سے تلاش کرلو.....!''

''کوشش جاری ہے۔''

''یہ تو معلوم ہی ہوسکتا ہے کہ وہ یہاں سے کہاں گیا ہوگا۔'' نیلم بولی۔

''ہاں..... ہوسکتا ہے لیکن اسی صورت میں جبکہ سچ مچ سفر کا مقصد وہی ہو جو کاغذات میں درج ہے۔''

''کیپٹن کا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔'' ریٹا نے نیلم کی طرف دیکھ کر مغموم لہجے میں کہا۔ ''وہ اب سیاحوں کی کسی ٹولی کے ساتھ تو ہرگز نہیں ہوگا۔ میں بڑی دشواری میں پڑگئی ہوں۔ کاش تنہا آئی ہوتی۔ تمہارا ساتھ نہ ہوا ہوتا۔''

''کیوں؟ تم تنہا کیا کرلیتیں۔''

''کچھ بھی نہ کرسکتی۔ لیکن شرمندگی کے مستقل احساس سے تو بچی رہتی۔ ہر وقت یہ خیال ذہن پر مسلط رہتا ہے کہ جس شخص کو قتل کرنے میرا بھائی یہاں آیا ہے میں اسی کی مہمان ہوں اور وہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی میرے لئے ایک مہربان اور مشفق آدمی ثابت ہو رہا ہے۔''

''اوہ..... بھول جاؤ..... میرا باپ بہت عظیم ہے۔''

ریٹا کچھ نہ بولی۔ بے حد مغموم نظر آرہی تھی۔ حمید نے نیلم کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''کھلی ہوا تمہاری سہیلی کا واحد علاج ہے۔''

''لیکن انکل نے گھر ہی تک محدود رہنے کی ہدایت دی ہے۔''

''اپنی عقل بھی استعمال کیا کرو۔''

''کیا مطلب.....؟''

''برقعہ.....!''

''کیوں فضول باتیں کرتے ہو۔''

''تم نے ابھی کیا کہا تھا.....!'' ریٹا نے حمید سے سوال کیا۔

''برقعہ.....!'' حمید نے دہرایا اور اُسے برقعے کے متعلق بتانے لگا۔

''رومینٹک.....!'' ریٹا یک بیک کھل اٹھی۔ ''میرے لئے ضرور یہ لباس فراہم کرو۔ واہ کیا مزہ آئے گا..... میں سب کو دیکھ سکوں گی لیکن مجھے کوئی بھی نہیں دیکھ سکے گا۔''

''انکل اسے پسند نہیں کریں گے۔'' نیلم بھنا کر بولی۔

''وہ تو اب تمہیں بھی برقعے ہی میں رکھیں گے۔ آج کل انہیں اپنے قدیم کلچر سے بیحد لگاؤ ہوگیا ہے۔ ان کی باتوں سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ تمہیں برقعے ہی میں آفس جانا پڑے گا۔''

''خدا کے لئے میرا موڈ نہ خراب کیجئے۔''

''قومی روایت.....!''

''بس ختم کیجئے۔''

''سچ مچ نیلم..... مجھے تو یہ لباس بے حد رومینٹک لگ رہا ہے۔'' ریٹا نے کہا۔

''ابھی تم نے اسے دیکھا نہیں ہے۔''

''میں اپنے یہاں کے رسائل میں تصاویر دیکھتی رہی ہوں۔''

''میں تمہیں برقعہ پوش خواتین سے ضرور ملواؤں گا.....!'' حمید بولا۔

''ضرور.....ضرور کیپٹن..... مشرق مجھے بے حد حسین لگتا رہا ہے۔ میں نے مشرق کی کہانیاں پڑھ پڑھ کر بہت خوبصورت خواب دیکھے ہیں۔ لیکن افسوس کہ قید ہوکر رہ گئی ہوں۔''

''بالکل فکر نہ کرو..... ابھی فون کر کے ایک عمدہ سا برقعہ طلب کرتا ہوں۔''

حمید اٹھا تھا اور ڈرائنگ روم سے نکل کر اپنی خواب گاہ کی طرف چل پڑا تھا۔ ابھی

راہداری ہی میں تھا کہ ایک ملازم نے اس کی خواب گاہ والے فون کی گھنٹی بجنے کی اطلاع دی۔
تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا خواب گاہ میں پہنچا تھا۔فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔اس نے ریسیور اٹھایا۔
دوسری طرف سے قاسم کی آواز سنائی دی تھی۔''تم نے میری ایسی کی تیسی کر کے رکھ دی ہے سالے۔''

''کتنی بار یہ بات کہو گے۔تمہاری ایسی کی تیسی تو اسی وقت ہوگئی تھی جب تم پیدا ہوئے تھے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''اپنے والد صاحب سے پوچھو۔'' حمید نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور واپسی کے لئے مڑ ہی رہا تھا کہ پھر گھنٹی بجی۔

''کیوں شامت آئی ہے۔'' وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں دھاڑا۔لیکن پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔دوسری طرف سے بولنے والا فریدی تھا۔

''معاف کیجئے گا.....اس سے پہلے قاسم دماغ چاٹ رہا تھا۔میں سمجھا شاید وہی ہے۔'' حمید نے کھسیانے انداز میں کہا۔

''میں باہر جا رہا ہوں.....تم ریٹا کے بھائی کی تلاش جاری رکھو۔''

''کیا گھر آئے بغیر ہی۔''

''ہاں.....جلدی میں ہوں.....گھر آنے کا وقت نہیں ہے۔''

''ریٹا کہتی ہے کہ میں باہر نکلنا چاہتی ہوں۔اس پر میں نے برقعے کی تجویز پیش کی تھی۔''

''تجویز بُری نہیں ہے.....برقعہ خرید لو۔'' کہہ کر فریدی نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

حمید نے سر کی پُرمعنی جنبش کے ساتھ ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور دروازے کی طرف مڑ کر کھڑا ہوگیا۔

تو یہ چکر ہے۔وہ سوچ رہا تھا۔ہوئے غائب!لیکن کیوں؟اس سے پہلے بھی تو دو بار حملہ ہو چکا تھا۔ٹیلی فون بوتھ والے حادثے کے بعد بھی غیر معمولی طور پر محتاط رویہ نہیں رہا تھا۔
اس کا ذہن پھر طوطے کی ٹیں ٹیں کی طرف مبذول ہوگیا۔

''روبی خاں پتھر کھاؤ گے؟'' وہ کیسی کال تھی؟اسکے بعد ہی سے فریدی کے رویئے میں تبدیلی

ہوئی تھی اور اب وہ کہیں باہر جا رہا تھا ادھر کمپیوٹر کے مطابق وہ کال بھی مقامی نہیں تھی۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تھی اور وہ اچھل پڑا تھا۔ آج رات خلاف معمول جلد ہی سو گیا تھا۔ ریسیور اٹھاتے وقت ٹائم پیس پر نظر پڑی۔ ساڑھے بارہ بجے تھے۔

''ہیلو.....!''

''بابا.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''تجربہ گاہ سے بول رہی ہوں۔''

''کیوں.....؟'' حمید دھاڑا۔

''آپے سے باہر کیوں ہوتے ہو..... ذرا جلدی سے یہاں پہنچنے کی کوشش کرو.....!''

''تنہا ہو.....!''

''ہاں..... بس جلدی سے آ جاؤ۔''

''وہاں کیا کر رہی ہو۔''

''یہیں بتاؤں گی۔ فون پر نہیں سمجھ سکو گے۔''

''اچھا..... آ رہا ہوں۔'' حمید نے کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔

سلیپنگ گاؤن پہنا تھا اور تیسری منزل پر جانے کے لئے لفٹ کی طرف چل پڑا تھا۔

نیلم تجربہ گاہ میں تنہا ہی ملی۔ ورنہ حقیقتاً حمید یہی سمجھتا تھا کہ فریدی بھی خواب گاہ میں موجود ہوگا۔ نیلم جھوٹ بول رہی ہے۔

''کیا تمہیں فرنجک ہوئی ہے۔'' حمید نے کٹکھنے لہجے میں پوچھا تھا۔

''جی نہیں..... نیا انکشاف.....!''

''فرمایئے۔'' حمید نے اسی طرف دیکھتے ہوئے کہا جدھر نیلم متوجہ تھی۔

اس کے سامنے میز پر ریٹا کی دی ہوئی تصاویر میں سے ایک تصویر رکھی ہوئی تھی۔

''یہ شخص.....!'' نیلم تصویر پر انگلی رکھتی ہوئی بولی۔ ''جو کوئی بھی ہو نشانہ باز فلپ

شیر نگکن ہرگز نہیں ہوسکتا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''یہاں پہنچنے سے قبل مجھے نہیں معلوم تھا کہ ریٹا فلپ شیر نگکن کی بہن ہے۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھا۔''

''اس نے یہیں آ کر اس کا انکشاف کیا ہے۔ ہماری دوستی ایک سال پرانی ہے۔ اس نے کبھی نہیں بتایا۔ حالانکہ اپنی اہمیت جتانے کے لئے دور دراز کے رشتہ دار بھی کسی مشہور شخصیت سے رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔''

''ہاں..... یہ بات قابل غور ہے..... لیکن ٹھہرو..... تم نے بھی تو کرنل کے بارے میں اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔''

''وہ احتیاط تھی..... میں نے کبھی کسی کو اپنے بارے میں تفصیل سے نہیں بتایا..... میری اور اس کی پوزیشن میں فرق ہے۔''

''چلو..... تسلیم کرلیا..... پھر.....!''

''اب میں تمہیں فلپ شیر نگکن کی اس وقت کی تصویر دکھاتی ہوں جب وہ عالمی مقابلے میں اول آیا تھا۔''

اس نے اسپورٹس کا ایک پرانا شمارہ اٹھایا تھا اور اس کے ورق الٹنے لگی تھی۔

''یہ دیکھو.....!''

''کیا دیکھوں..... پہلے ڈاڑھی مونچھیں نہیں رکھتا تھا۔ اب نئے فیشن کے مطابق ریچھ بن گیا ہے۔''

''بال بڑھانا اور بات ہے بابا جان..... لیکن ذرا غور سے دیکھو..... نہ صرف آنکھوں بلکہ کانوں کی بناوٹ میں بھی فرق ہے۔ البتہ دونوں کی ناکیں من وعن ایک جیسی ہیں اس لئے پہلی نظر میں یہی مشابہت دھوکا دیتی ہے۔''

حمید محدب شیشے کی مدد سے دونوں تصاویر کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ پھر طویل سانس لے کر بولا تھا۔ ''تم پر ہماری محنت ضائع نہیں ہوئی نور چشمی سلمہا۔''

''شکریہ بابا.....!''

''بابا کی بچی.....اب کیا ہوگا.....ریٹا کہاں ہے؟''

''آج میں نے اسے کافی میں خواب آور دوا دی تھی۔ بے خبر سو رہی ہے۔ اس تصویر کے سلسلے میں کچھ تجزیات کرنے تھے۔''

''ایک اور بات.....کیا تم نے اسے بتا دیا ہے کہ کرنل باہر گئے ہیں۔''

''ہاں.....بتا دیا تھا۔''

''کیا ضرورت تھی۔''

''اس نے پوچھا تھا جب آٹھ بجے تک ان کی واپسی نہیں ہوئی تھی۔ بہرحال ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اب وہ اس کے بھائی کا پتا لگائے بغیر نہیں مانیں گے۔ سیاحت کے بہانے آیا ہے تو پولیس کے ریکارڈ کے لئے کچھ وقت دوسرے شہروں میں بھی گزارے گا۔''

''تم واقعی کچھ زیادہ ہی متبنّیٰ ہوگئی ہو۔''

نیلم کو اس جملے پر ہنسی آ گئی تھی اور حمید نے کہا تھا۔''مجھے یقین نہیں ہے کہ کرنل کو اس کی کہانی پر یقین ہی آ گیا ہو.....اب ان کے رویئے پر غور کرتا ہوں تو۔''

دفعتاً نیلم چونک پڑی۔

''یہ کیسی آواز تھی۔''اس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے تو نہیں سنی۔''

نیلم نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ حمید نے بھی کسی متوقع آواز کی طرف کان لگا دیئے اور پھر اس نے معنی خیز انداز میں نیلم کی طرف دیکھا تھا۔

آواز .....عجیب سی آواز تھی جیسے لاتعداد پیروں والی کوئی شے چل رہی ہو۔ اتنی ہلکی آواز کہ بہت زیادہ توجہ دینے ہی پر سنی جاسکتی۔ یعنی اگر نیلم حمید کا ذہن خصوصیت سے اس کی طرف مبذول نہ کراتی تو اسے احساس تک نہ ہوتا۔

باہر سے آنے والی بھی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ تجربہ گاہ کے اندر ہی کی فضا میں گونج رہی تھی۔

''آؤ دیکھیں۔'' حمید دوسری طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔''تم ادھر سے دیکھنا شروع

کرو..... میں ادھر سے دیکھتا ہوں۔''

نیلم مشرقی سرے کی طرف چلی گئی۔ قریباً پندرہ یا بیس منٹ تک تلاش جاری رہی تھی لیکن آواز کا بھید نہ کھل سکا۔ ویسے آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی۔

''کیا سمجھا جائے۔'' نیلم حیران حیران آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

''ان سبھوں کی روحیں معلوم ہوتی ہیں جو وقتاً فوقتاً ہمارے ہاتھوں مارے جاتے رہے ہیں۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔ ''اس چکر میں نہ پڑو۔ یہ تجربہ گاہ جادوگر کی پٹاری ہے۔''

نیلم ایک اسٹول پر بیٹھ گئی۔

''چلو..... کیوں میری اور اپنی نیند خراب کر رہی ہو۔''

''سنو بابا..... جب میں یہاں آئی تھی تو یہ آواز نہیں تھی۔''

''اب تمہارے چلے جانے کے بعد بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''نہیں میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ اختتام کو کیسے پہنچتی ہے۔''

''دیکھے جاؤ..... میں تو چلا۔''

''نہیں بابا.....!'' وہ اٹھ کر اس کی راہ میں حائل ہوتی ہوئی بولی۔ ''اکیلے ڈر لگے گا۔''

''ڈر لگے گا..... تمہیں..... کیوں بے وقوف بناتی ہے لڑکی۔''

''پھر بھی..... ہم ساتھ ہی چلیں گے..... براہِ کرم بور نہ کرو۔''

پھر وہ آواز مزید دس منٹ تک سنائی دیتی رہی تھی۔ اسکے بعد اچانک سناٹا چھا گیا تھا۔

''آہا..... اب تو اٹھو۔'' حمید خوش ہو کر بولا۔

''تمہیں کوئی تشویش نہیں ہے۔'' نیلم نے حیرت سے کہا۔

''کرنل کی لغت میں اس لفظ یعنی تشویش کا کوئی وجود نہیں ہے..... مجھے مجبوراً اندھا گونگا اور بہرا بننا پڑا ہے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''کچھ دنوں تک ساتھ رہو گی تو سب کچھ سمجھ جاؤ گی۔''

''مجھے الجھن میں نہ ڈالو۔''

''الجھنوف نام ہے آج کل میرا۔''

''تم جاؤ..... میں رکوں گی یہاں۔''

''شکریہ! جھک مارتی رہو۔'' حمید دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

دوسری منزل پر اس نے لفٹ روکی تھی اور راہداری میں اتر گیا تھا۔

''اب وہ ریٹا کی خواب گاہ کی طرف جا رہا تھا۔

دروازہ بند ملا۔ قفل کے سوراخ سے آنکھ لگادی لیکن بے سود۔ کچھ نہ دکھائی دیا کیونکہ دوسری طرف قفل کے سوراخ میں کنجی لگی ہوئی تھی۔

پھر یونہی خواہ مخواہ نیلم کی خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔ اندر ہلکی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن وہ چونک پڑا۔ بستر پر کوئی کمبل تانے سو رہا تھا۔ اس کی بھنویں سکڑ گئیں۔

دبے پاؤں آگے بڑھا۔ پھر اچانک اسے اپنی سنجیدگی پر ہنسی آ گئی۔ ظاہر تھا کہ نیلم اس معاملے میں بے حد محتاط ہوگئی تھی۔ لہٰذا کیوں چاہتی کہ خواب گاہ میں اس کی عدم موجودگی کا علم کسی اور کو ہو جائے۔ استراحت کی ڈمی بنا گئی تھی۔

بہرحال اب تو کمرے میں داخل ہو ہی چکا تھا۔ لہٰذا کیوں نہ کمبل ہٹا کر اطمینان ہی کر لیتا۔

''ہائیں.....!'' سرہانے سے کمبل ہٹاتے ہی وہ چونک پڑا تھا۔ یہ ریٹا تھی۔ مگر نیلم نے تو کہا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں سوئی تھی۔ پھر ریٹا کی خواب گاہ میں کون تھا۔ اس کا دروازہ اندر سے مقفل تھا اور قفل میں کنجی بھی موجود تھی۔ اسی لئے وہ اندر جھانک نہیں سکا تھا۔

اس نے مڑ کر کھلے ہوئے دروازے سے راہداری کی طرف دیکھا۔ لفٹ اوپر جا رہی تھی۔ شاید نیلم نے واپس آنے کیلئے اوپر لفٹ کا بٹن دبایا تھا۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

ریٹا کا چہرہ کمبل سے باہر تھا۔ گہری اور پرسکون نیند سو رہی تھی۔ چہرے پر معصومیت طاری تھی۔ حمید اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر قبل کے انکشاف کی روشنی میں اسے معصوم تو نہ ہونا چاہئے۔

لفٹ رکنے کی آواز آئی تھی۔ حمید پھر دروازے کی طرف مڑا۔ نیلم لفٹ سے باہر نکلتی

نظر آئی تھی۔

تیر کی طرح اس کی طرف آئی تھی اور بستر پر نظر پڑتے ہی ششدر رہ گئی تھی۔

''کیا مطلب.....؟'' وہ اس طرف دیکھ کر متحیرانہ انداز میں بولی۔ ''یہ تم نے کیا کیا۔''

''دماغ تو نہیں چل گیا..... میں کیوں کرنے لگا۔''

''پھر یہاں کیوں؟''

''تم نے کہا تھا کہ وہ اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔''

''میں نے غلط نہیں کہا تھا۔''

''اس کا دروازہ اندر سے مقفل ہے..... میں نے قفل کے سوراخ سے اندر جھانکنے کی کوشش کی تھی۔''

''پھر میرا کمرہ کیوں کھولا تھا۔''

''بس یونہی کسی معقول وجہ کے بغیر ہی۔''

''بابا.....!''

''میری نیت پر شبہ کرو گی تو تھپڑ ماردوں گا۔'' حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''مم..... مطلب یہ کہ یہ میری خواب گاہ میں کیسے پہنچی۔''

''میں نہیں جانتا۔'' حمید کے لہجے میں تلخی بدستور برقرار تھی۔

نیلم آگے بڑھ کر ریٹا کو ہلانے جلانے لگی۔

''فضول ہے۔'' دروازے کی طرف سے آواز آئی۔ وہ چونک کر مڑے۔ فریدی سامنے کھڑا نظر آیا۔

''خود بخود بیدار ہوگی..... کلوروفام.....!''

''کلوروفام بھی۔'' حمید اچھل پڑا۔

''بھی کا کیا مطلب.....!'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''یہ صاحبزادی پہلے ہی بے چاری کو کافی میں خواب آور دوا دے چکی تھیں۔''

فریدی نے جواب طلب نظروں سے نیلم کی طرف دیکھا۔

''وہ....وہ....دراصل میں اس سے پیچھا چھڑا کر اسی کے متعلق چھان بین کرنا چاہتی تھی۔''
فریدی نے طویل سانس لی۔
''میں نے تمہیں تجربہ گاہ میں منہمک دیکھ کر اسے تمہارے کمرے میں منتقل کر دیا تھا۔تم وہاں کیا کر رہی تھیں۔''
''ہم پر بھی سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی تھی بے چاری۔'' حمید نے کہا اور نیلم کی نئی دریافت سے متعلق بتانے لگا۔
''خوشی ہوئی۔'' فریدی اس کے خاموش ہونے پر بولا۔
''لیکن آپ نے کیوں سنگھا دیا کلوروفام.....!''
''مجھے بہت پہلے شبہ ہو گیا تھا.....فلپ شیرنگٹن کی تصاویر پہلے بھی باہر کے رسائل میں دیکھ چکا ہوں.....آؤ میرے ساتھ۔'' وہ راہداری میں مڑتا ہوا بولا۔
وہ انہیں ریٹا کی خواب گاہ میں لایا تھا۔
''سوال تو یہ ہے کہ اپنے ہی گھر میں اس طرح داخل ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔'' حمید بولا۔
''تم اسے بتا چکے تھے کہ میں باہر جا رہا ہوں گھر نہیں آؤں گا اور مجھے جو کچھ بھی دیکھنا تھا اس کی لاعلمی میں.....!''
''لیکن انکل بے ہوش کر دینے کے بعد اسے میری خواب گاہ میں کیوں منتقل کر دیا تھا۔'' نیلم نے سوال کیا۔
''اس کمرے میں ایک ایک انچ جگہ کی تلاشی لینی تھی۔اسکے سامان کو بھی دیکھنا تھا۔کلوروفام کا اثر جلد بھی زائل ہو سکتا ہے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ تم بھی اسے خواب آور دوا دے چکی ہو۔''
''ختم کیجئے اس قصے کو۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔''سب سے اہم بات تو رہ ہی گئی۔''
''کیا بات ہے۔''
''ہم نے تجربہ گاہ میں عجیب قسم کی آوازیں سنی تھیں لیکن یہ نہ معلوم کر سکے کہ وہ آ کہاں سے رہی تھیں۔''
''کیسی آوازیں؟''

''ایسا معلوم ہوتا تھا'' نیلم کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ ''جیسے کوئی جاندار شے اپنے لاتعداد پیروں سے چل رہی ہو۔''

''اوہ.....تم شاید کرسی پر بیٹھ گئی تھیں جو کالی میز کے سامنے رکھی ہوئی ہے۔''

''جی ہاں شاید.....!''

''یہی بات تھی۔''

''کیا بات تھی۔'' حمید اس طرح بولا جیسے اسے اپنا لاعلم رکھا جانا گراں گزرا ہو۔

''پھر بتاؤں گا.....کوئی خاص بات نہیں۔ آوازوں کی اثر اندازی پر ایک تجربہ کر رہا تھا۔ جسے بعض معاملات کی وجہ سے ادھورا ہی چھوڑ دینا پڑا تھا۔''

حمید نے بُرا سا منہ بنایا اور لاتعلقی سے دوسری طرف دیکھنے لگا تھا۔

''تو آپ کو یہاں کس چیز کی تلاش تھی۔'' نیلم نے پوچھا۔

''یہ دیکھو.....!'' فریدی نے فرش پر پھیلے ہوئے سامان کی طرف اشارہ کیا۔

ریٹا کا سوٹ کیس اُدھیڑ ڈالا گیا تھا اور اس کی ساری چیزیں فرش پر ڈھیر تھیں۔

''سوٹ کیس کی درمیانی تہہ سے جو اجزاء برآمد ہوئے ہیں انہیں ترتیب دینے سے ایک الیکٹرونک آلہ نقب زنی تیار ہو جائے گا اور جس سے فولاد کی تجوریاں بھی کاٹی جا سکتی ہیں۔''

''آخر یہ کم بخت چاہتی کیا ہے۔'' نیلم بھنا کر بولی۔

حمید طوطے کے سے انداز میں ناک کے بل بولنے لگا۔ ''ٹیں ٹیں ٹیں.....روبی خان پتھر کھاؤ گے.....ٹیں.....ٹیں.....ٹیں.....!''

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔

دوسری صبح ریٹا اپنی خواب گاہ میں بیدار ہوئی تھی اور شاید اسے کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں ہوئی تھی۔ معمول کے مطابق بیداری کے بعد کی مصروفیات رہی تھیں اور پھر و

ناشتے کی میز پر جا پہنچی تھی۔ کیپٹن حمید نے لہک کر استقبال کیا تھا اور نیلم کے رویئے میں بھی اس نے کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی تھی۔

''کیا خیال ہے.....آج تفریح کی رہی نا'' حمید نے ناشتے کے دوران میں ریٹا سے پوچھا۔

''میں تو سوچ سوچ کر محظوظ ہوتی رہی ہوں.....تمہاری عورتوں کے روایتی ملبوسات مجھے ہمیشہ سے پسند رہے ہیں۔''

''بس غرارہ سوٹ.....!'' حمید نے نیلم کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مشق کی ضرورت پیش آئے گی۔'' نیلم نے کہا۔

''پہنا کر میرے حوالے کر دو.....سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

نیلم نے حمید کو گھور کر دیکھا تھا۔ لیکن وہ اس کی طرف توجہ دیئے بغیر کہتا رہا۔ ''انہیں غرارہ سوٹ پہننے کے مکمل آداب سکھاؤں گا۔''

''شکریہ کیپٹن.....!''

ناشتے کے بعد ہی انہیں اس مرحلے سے گزرنا پڑا تھا کیونکہ ریٹا نے بے صبری کا مظاہرہ شروع کر دیا تھا۔ غرارہ سوٹ پہن کر آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

''اوہ.....میں تو مغل شہزادی لگ رہی ہوں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

''بس مغلوں کا غرارہ ہی باقی رہ گیا ہے۔ اگر میں اکبر اعظم کا سا لباس پہن لوں تو بچے میرے پیچھے تالیاں بجاتے پھریں گے۔'' حمید بولا۔

''باتیں بند کرو بابا.....چلنے کی کیا رہی.....ابھی برقعہ بھی باقی ہے۔''

''ہاں.....ٹھیک ہے۔''

اس کے بعد برقعے کی باری آئی تھی۔ لیکن مسئلہ تھا نقاب کا.....نقاب ڈال کر وہ غرارے کو سنبھالے رکھنے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی اور غرارہ بھی فرشی غرارہ تھا۔ آخر یہ طے پایا کہ نقاب کو ٹھوڑی پر بل دے کر صرف دہانہ ڈھانک لیا جائے اور آنکھیں تاریک شیشوں کی عینک میں چھپ جائیں گی۔

پوری تیاری کے بعد جب گھر سے نکلنے کی نوبت آنے ہی والی تھی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

''دیکھو.....کون ہے۔'' حمید بیزاری سے بولا۔''کہہ دینا ہم میں سے کوئی بھی گھر پر موجود نہیں ہے۔''

نیلم نے کال ریسیو کی تھی۔غور سے سنتی رہی تھی۔ پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر حمید سے بولی تھی۔''ضروری کال ہے.....سن لو.....!''

اس کی سنجیدگی دیکھ کر حمید نے کال سے متعلق کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

لیکن اس وقت اس کا حلیہ بگڑ گیا جب ریسیور کان سے لگاتے ہی فریدی کی آواز سنائی دی۔

''میرا خیال ہے کہ تم اس وقت تفریح کے موڈ میں ہو گے۔''

''میرے موڈ میں ہونے سے کیا ہوتا ہے.....فرمایئے۔''

''اسے نیلم پر چھوڑو۔''

''میں کب سر پر اٹھائے پھر رہا ہوں۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''نیاگرا میں تمہارا منتظر ہوں۔''

حمید نے''بہت بہتر'' کہتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔

''مجھے افسوس ہے ریٹا! میں تمہارے ساتھ نہ جا سکوں گا۔ اچانک دفتر میں طلب کر لیا گیا ہوں۔'' اس نے مسمسی صورت بنا کر کہا۔

''یہ تو بہت بُرا ہوا۔'' ریٹا نے کہا اور نیلم کی طرف دیکھنے لگی۔

''کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' نیلم بولی۔''ہم جائیں گے۔''

''کیپٹن خوش مزاج آدمی ہیں۔فرق تو پڑے گا۔''

''میں بھی چڑچڑی اور بد دماغ نہیں ہوں۔''

''ارے یہ مطلب نہیں تھا۔''

''اچھا..... بائی بائی.....!'' حمید ہاتھ ہلاتا ہوا باہر نکلا چلا آیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی نیاگرا کی طرف جا رہی تھی۔لیکن اس کا ذہن گھر ہی رہ گیا تھا۔پچھلی رات کے انکشافات کے بعد سے وہ ریٹا کو ہر وقت نظر میں رکھنا چاہتا تھا۔پتہ نہیں اس نے کس مقصد کے تحت نیلم کو آلہ کار بنایا تھا۔ وہ فریدی کے گھر میں کیا کرنا چاہتی تھی؟

اس کے پاس آلہ نقب زنی کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی۔

پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ کیا نیلم اس پر نظر رکھنے کے لئے کافی تھی؟ اگر وہ اتنی ہی باصلاحیت ہوتی تو اس کے فریب میں کیوں آ جاتی۔

اسے خاصی تیز رفتاری سے راستہ طے کرنا پڑا تھا۔ فریدی نیاگرا کے ڈائننگ ہال میں ملا۔

''کیا خبر ہے؟'' فریدی نے پہلا سوال کیا تھا۔

''خبر آپ کے پاس ہوگی۔ مجھے تو اپنی ہی خبر نہیں۔''

''کیا وہ دونوں سیر کے لئے جائیں گی۔''

''کبھی کی جا چکی ہوں گی۔''

''یہی ہونا چاہئے تھا۔''

''میں کافی پیوں گا۔'' حمید کرسی کھسکاتا ہوا بولا۔

''ضرور پینا.....!'' فریدی اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''فلپ شیرنگٹن کا سراغ مل گیا ہے۔''

''فلپ شیرنگٹن کا یا اس آدمی کا جس کی ہمیں تلاش ہے؟''

''فلپ شیرنگٹن کا..... وہ یہاں کبھی نہیں آیا۔ اس وقت پیرس میں موجود ہے..... وہاں کے ایک کلب نے چھ ماہ قبل اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔''

''تو پھر یہ ریٹا شیرنگٹن.....!''

''اسی کی بہن ہے۔''

''بات سمجھ میں نہیں آئی۔''

''سامنے کی بات ہے۔ فلپ شیرنگٹن کے ہاتھ صاف ہیں۔ شاید اسے ان معاملات کا علم تک نہ ہو۔ خود ریٹا کسی بُرے آدمی کے ہتھے چڑھ گئی ہو اور وہ اتنا باخبر آدمی ہے کہ نیلم کے بارے میں بھی سب کچھ جانتا ہے۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ پُرتفکر انداز میں پاؤچ سے تمباکو نکال نکال کر پائپ میں رکھتا رہا۔

فریدی نے ویٹر کو طلب کر کے کافی کا آرڈر دیا تھا۔ حمید نے پائپ سلگایا اور کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔

''تم کیا سوچ رہے ہو۔'' فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

''یہی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔''

''فی الحال کچھ بھی نہیں.....!''

''تو پھر مجھے ان کے ساتھ جانے ہی دیا ہوتا۔''

''میں چاہتا ہوں کہ ریٹا ہماری نظروں میں شبہے سے بالاتر ہی رہے۔''

''میں نہیں سمجھا.....!''

''مجھے اور تمہیں اس سے دور ہی رہ کر دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا چاہتی ہے۔''

''اور اگر نیلم کسی دشواری میں پڑ گئی تو۔''

''وہ تو پڑ ہی چکی ہے۔''

''ریٹا کا آلہ نقب زنی کہاں ہے۔''

''وہیں جہاں سے برآمد ہوا تھا..... اسی طرح سوٹ کیس کی درمیانی تہہ میں رکھ کر سوٹ کیس کی دوبارہ سلائی کر دی گئی ہے۔ وہ اندازہ نہیں کر پائے گی کہ استر کبھی اُدھیڑا بھی گیا ہوگا..... لیکن بوقت ضرورت نہ تو وہ آلے کو کارآمد پائے گی اور نہ اس کا نقص ہی دور کر سکے گی۔''

''پھر ہمیں کیسے معلوم ہو سکے گا کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔''

''موقع کے منتظر رہو..... سب کچھ سامنے آ جائے گا.....!''

ویٹر کافی لے آیا تھا۔ فریدی نے خاموشی اختیار کر لی۔ حمید پائپ کو ایش ٹرے میں رکھ کر کافی بنانے لگا۔ دن کے ساڑھے گیارہ بجے تھے۔ باہر سرد ہوا چل رہی تھی۔ لیکن نیاگرا کا ایئر کنڈیشنڈ ہال خاصا آرام دہ محسوس ہو رہا تھا۔

فریدی نے حمید سے کافی کی پیالی لیتے ہوئے کہا۔ ''ٹیلی فون بوتھ والی کال بھی معمہ نہیں رہی۔''

''کیا مطلب.....؟'' حمید سیدھا ہو بیٹھا۔

''طوطے والی کال کے بعد ہی خیال آیا تھا کہ کہیں کال کرنیوالے نے آواز بدل کر بولنے

کی کوشش نہ کی ہو کیونکہ پہلے ہی اس آواز میں شناسائی کی ہلکی سی جھلک محسوس کر چکا تھا۔''

''اوہ.....! میں سمجھا تھا شاید روبی خان کے پتھر کھانے پر آپ کو کچھ یاد آیا ہے۔''

''وہ الگ معاملہ ہے!''

''تو گویا آپ اس کی تہہ تک بھی پہنچ چکے ہیں۔''

''اس حد تک جانا مبالغہ ہوگا..... کیونکہ میں اس کے سلسلے میں ابھی تک کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔''

''بوتھ والی کال کس کی تھی۔''

''کسی اچھے آدمی کی نہیں تھی..... ہوسکتا ہے تم اسے جانتے ہی نہ ہو۔''

''پھر بھی..... نام بتادینے میں کیا حرج ہے۔''

''بیڈ رول..... غیر ملکیوں میں اسی نام سے پہچانا جاتا ہے۔''

''میں جانتا ہوں..... گائیڈ بدرالحسن..... عام طور پر بدرل کہلاتا ہے..... ہاں غیر ملکی سے بیڈ رول ہی کہتے ہوں گے۔''

''مجھے یقین ہے کہ وہی تھا۔ اس نے اپنی آواز بدلنے کی کوشش کی تھی.....!''

''تو پھر آپ نے کیا کیا.....؟''

''کچھ بھی نہیں..... لیکن اس وقت کچھ کرنے کا ارادہ ہے۔''

پھر حمید خاموشی سے کافی پیتا رہا تھا۔

''یہاں موجودگی کا مقصد ہی یہی ہے کہ اس سلسلے میں بھی کچھ کرنا چاہئے۔''

حمید نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

''شاید تم لفظ ''بھی'' پر چونکے ہو۔ ہاں میری دانست میں وہ محض حاشیئے کی چیز تھی۔''

''یعنی وہ بوتھ والا دھماکہ۔''

''ہاں..... مجھے اس معاملے میں.....!''

فریدی جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگیا۔ اب اس کی توجہ صدر دروازے کی طرف تھی۔

حمید نے مڑ کر دیکھا نہیں تھا۔ صدر دروازے کی جانب اس کی پشت تھی۔

فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کسی کو اپنی طرف متوجہ کیا تھا اور شاید اشارے سے بلایا بھی تھا کیونکہ آنے والے نے قریب پہنچنے میں تاخیر نہیں کی تھی۔

''بیٹھ جاؤ.....!'' فریدی بائیں جانب والی کرسی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''شکریہ..... جناب .....عزت افزائی۔'' نووارد گھگھیاتا ہوا بیٹھ گیا۔

حمید اسے پہچانتا تھا۔ وہ بھی ایک ٹورسٹس گائیڈ ہی تھا۔ لیکن وہ نہیں تھا۔ جس کا تذکرہ فریدی کچھ دیر قبل کر چکا تھا۔

''کیا مجھ سے کوئی قصور ہوا ہے کرنل صاحب۔''

''ہرگز نہیں..... میری توجہ کا مقصد ہرحال میں یہ نہیں ہوتا کہ میں کسی پر کوئی الزام رکھنا چاہتا ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ جناب..... دراصل میرا پیشہ ایسا ہے کہ دھڑکا لگا ہی رہتا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہی ہیں کہ یہاں کے سارے گائیڈ ایک جیسے نہیں ہیں۔''

''میں جانتا ہوں! اور تم لوگوں میں صرف ایک ہی ایسا آدمی ہے جس سے پولیس کو دلچسپی ہوسکتی ہے۔''

''میں سمجھ گیا! لیکن آپ یقین فرمایئے کہ میں اس سے ہمیشہ سوگز کے فاصلے پر رہتا ہوں۔''

''مجھے اسکا بھی علم ہے۔ دراصل مجھے کوئی دن سے بدرل کی تلاش ہے۔ آخر وہ ہے کہاں۔''

''فوری طور پر نہیں بتا سکوں گا..... لیکن اگر آپ دو تین گھنٹے دے سکیں تو پوری معلومات فراہم کر کے آپ کو مطلع کردوں۔''

''دو تین گھنٹے بہت ہوتے ہیں۔''

''اس سے کم وقت میں ممکن نہ ہوگا.....:اس کا بزنس بہت وسیع ہے۔''

''بزنس.....!'' فریدی نے حیرت ظاہر کی تھی۔

''اوہ.....تو آپ نہیں جانتے۔''

''کبھی اس کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔''

''جناب عالی.....وہ غیر ملکی لڑکیوں کا کاروبار کرتا ہے۔''

''خوب.....نئی اطلاع ہے۔ میں تو صرف یہ جانتا تھا کہ وہ ٹورسٹس کے لئے دیسی منشیات فراہم کرتا ہے۔''

''نشے باز لڑکیاں جب اپنی جیب خالی کر بیٹھتی ہیں تو وہ انہی کے ذریعے اپنی جیبیں بھی بھرتا ہے اور ان کی بھی.....اور خود ہی ان کی نگرانی بھی کرتا رہتا ہے.....لہٰذا یہ بتانا مشکل ہوتا ہے کہ کب کہاں کس کے ساتھ ہوگا.....اونچے سودے ہوتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے! تم مجھے اس نمبر پر اطلاع دے سکتے ہو۔'' فریدی نے جیب سے پرس نکال کر پچاس کا ایک نوٹ کھینچا اور اسی پر فون نمبر لکھنے لگا۔

''اس کی ضرورت نہیں کرنل صاحب! مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔''

''رکھو.....!'' فریدی نے نوٹ تہہ کر کے اس کے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ دیا۔

''جلد از جلد.....رنگ کرنے کی کوشش کروں گا جناب۔'' گائیڈ اٹھتا ہوا بولا۔

اس کے چلے جانے کے بعد حمید کھنکار کر بولا۔''شاید پہلی بار آپ سے یہ پرہیزی سرزد ہوئی ہے۔''

''اس کی محنت کا معاوضہ.....حالانکہ وہ اس کے بغیر بھی میرے لئے معلومات فراہم کرتا۔ اپنی زندگی بچانے کے لئے سبھی جتن کرنے پڑتے ہیں۔''

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا تھا۔حمید آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔

''کمال ہے.....یہ آپ کی آواز تھی۔'' وہ بالآخر بولا۔

''کیوں کیا میری زندگی اتنی ارزاں ہے کہ میں اسے بچانے کے لئے کچھ خرچ بھی نہ کروں۔تمہیں شاید نہیں معلوم کہ آج صبح سے محکمے کی آرمڈ کار استعمال کر رہا ہوں۔''

''بس کیجئے.....ورنہ میں بے ہوش ہو جاؤں گا۔''

''کیوں.....؟''

''پہلے بھی صدہا بار آپ خطرات میں پڑے ہیں لیکن اس حد تک کبھی محتاط نہیں ہوئے۔''

''پہلے بے وقوف تھا.....اب عقلمند ہو گیا ہوں۔ چلو اٹھو۔''

فریدی اٹھ گیا تھا۔ کاؤنٹر کی جانب بڑھتا ہوا بولا۔''اسی طرح ادائیگی کر دی جائے

ورنہ دیر ہو جائے گی۔''

کاؤنٹر پر بل کی رقم ادا کر کے وہ باہر نکلے تھے۔

''اپنی گاڑی یہیں چھوڑ دو..... میرے ساتھ چلو۔''

''کہاں.....؟''

''جہاں آج کل چھپا ہوا ہوں۔''

''خدا کے لئے بور نہ کیجئے مجھے.....!''

''سپر مین نہیں ہوں حمید صاحب!''

''دنیا جو کچھ سمجھتی ہے آپ کو وہی رہئے۔''

''میں خود کو دنیا کی آنکھ سے نہیں دیکھتا..... میری اپنی بھی آنکھیں ہیں۔''

''تب پھر مجھے کہنے دیجئے کہ آپ کے میک اپ میں کوئی اور بول رہا ہے۔''

''جو دل چاہے سمجھ لو.....!''

''میں کچھ نہیں سمجھنا چاہتا..... ٹھہریئے ..... اپنی گاڑی تو لاک کر دوں۔''

''ضرورت نہیں ہے..... بلکہ میں تو یہ مشورہ دوں گا کہ کنجی بھی اگنیشن ہی میں چھوڑ چلو۔''

''کیا آپ سنجیدہ ہیں۔''

''قطعی..... ورنہ پھر تمہاری گاڑی گھر تک کیسے پہنچے گی۔''

''میں بالکل نہیں سمجھا۔''

''تم میرے ساتھ قیام کرو گے اور آرمڈ کار میں گھومو گے۔''

''آئی شامت.....!''

وہ پارکنگ شیڈ میں پہنچ گئے تھے۔ حمید نے اپنی گاڑی کی کنجی اگنیشن میں لگا دی اور فریدی کے ساتھ آرمڈ کار میں بیٹھ گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب وہ غیر معینہ مدت کے لئے گھر کی شکل دیکھنے سے بھی محروم ہونے جا رہا تھا۔

ویسے گھر میں اس کے لئے رکھا ہی کیا تھا۔ لیکن ریٹا مشتبہ ہونے کے باوجود بھی اسے پسند آ گئی تھی۔ ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ لئے وہ بڑی دلجمعی سے اس کی باتیں سنتی تھی اور

آنکھوں سے مترشح ہوتا جیسے ایک ایک لفظ پر غور کرتی جارہی ہو۔ خود کچھ کہنے سے قبل مسکراہٹ کو مزید تاثر انگیز بنانے کے لئے آنکھوں میں بھی تبسم کا رنگ بھرتی۔ اس وقت بالکل ایسا ہی محسوس ہوتا جیسے کسی ستار نواز نے باج کے تار کو بل دے کر ایک ہی ضرب سے کئی گونجیں پیدا کی ہوں۔

آرمڈ کار جھٹکے کے ساتھ آگے بڑھی اور حمید چونک پڑا۔

ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ کر فریدی کو دیکھا تھا اور کوٹ کی جیب سے پائپ نکالنے لگا تھا۔

''تم حیرت ظاہر کئے جاؤ میرا کیا بگڑتا ہے۔''

''کیا آپ مجھ سے اس کا حق بھی چھین لینا چاہتے ہیں۔''

''ڈفر ہو تم..... میں جانتا ہوں کہ بدرل کہاں مل سکے گا..... لیکن میں صرف یہ بات اس تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ مجھے اس کی تلاش ہے۔''

''اس سے کیا ہوگا.....؟''

''وہی جو اس لاحاصل دھماکے سے ہوا تھا۔''

''یعنی آپ اسے کسی غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ آرمڈ کار تیز رفتاری سے کسی نامعلوم منزل کی طرف اڑی جارہی تھی۔

حمید نے پائپ میں تمباکو بھر کر دیا سلائی دکھائی تھی اور ہلکے ہلکے کش لیتا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اب کچھ پوچھنا ہی نہ چاہتا ہو۔

آرمڈ کار ابھی شہر کی حدود میں داخل نہیں ہوئی تھی۔

دفعتاً ایک جگہ فریدی نے گاڑی بائیں جانب سڑک کے کنارے اتار کر روک دی۔

''خیریت.....!'' حمید چونک پڑا کہ ان دنوں اسے چوکنے کی کچھ عادت سی ہوگئی تھی۔

''خبریں.....!'' فریدی گھڑی پر نظر ڈالتا ہوا بولا۔ پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آن کر دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد آواز آئی۔ ''بلیک تھرٹین کالنگ..... ہیلو..... ہارڈ اسٹون۔''

''ہارڈ اسٹون..... بلیک ون تھری..... ریورس تھری ون..... اوور۔''

''اندازہ درست تھا وہ کسی دشواری میں ہے۔ براہِ راست....رابطہ قائم نہیں کرسکتا اوور....!''

کیا تم اس سے ملے ہو اوور.....!''

''نہیں.....حالات کا دور ہی سے جائزہ لیا ہے اوور.....!''

''کیا وہ محل میں موجود ہے اوور.....!''

''یہی اطلاع ملی ہے اوور.....!''

''کیا وہ پرندہ بھی وہاں موجود ہے اوور.....!''

''میری تفتیش کے مطابق وہ بقید حیات ہے اور اب بھی وہیں موجود ہے اوور.....!''

''اوور اینڈ آل.....!'' فریدی نے کہہ کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کردیا۔

''یہ بدرل اتنا اہم ہوگیا ہے؟'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.....اور اب تو تم ہی اسے دیکھو گے۔ کیونکہ اب مجھے حقیقتاً باہر جانا پڑے گا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''یہ آرمڈ کار تمہارے استعمال میں رہے گی۔''

''آپ کہاں جارہے ہیں.....اور یہ کس پرندے کی بات تھی۔''

''کیا تم طوطے والی کال بھول گئے۔''

''قطعی نہیں! لیکن اس سے بھی زیادہ وہ دھماکہ یاد آتا رہتا ہے جو میرے بھی چیتھڑے اڑا سکتا تھا۔''

''لیکن تم زندہ ہو۔'' فریدی نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''حالانکہ ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا۔''

''ہوجائے گا جب اپنے دن پورے کرچکے ہوگے۔''

''اچھا تو پھر طوطے ہی کی بات کیجئے۔''

''وہ روبی خان کا طوطا ہے۔''

''یہ روبی خان کس جنگل سے تعلق رکھتے ہیں۔''

''شمالی کوہستانی علاقے کے بے تاج بادشاہ۔''

''خان دوراں کے علاوہ تو اور کوئی بھی شمال میں ایسا نہیں ہے۔''

''اس کی بیوی اسے روبی خان کہتی ہے۔ کیونکہ وہ لعل کی ایک بہت بڑی کان کا مالک بھی ہے۔ گلروان کی بچی کا نام ہے خانم سعدیہ بہت ذہین عورت ہے۔''

''اور اس نے ایک ایسا طوطا پال رکھا ہے جو سرکاری سراغ رسانوں سے چھیڑ چھاڑ بھی کرتا رہتا ہے۔''

''خانم سعیدہ کو پرندے جمع کرنے کا شوق ہے۔ خصوصیت سے بے شمار اقسام کے طوطے پال رکھے ہیں۔ میں نے کسی سے سنا تھا کہ افریقہ کی کسی نسل کا ایک طوطا ایسا بھی ہے ان کے پاس جو نہ صرف آدمیوں کی طرح بول سکتا ہے بلکہ جو کچھ اس سے کہا جائے سمجھ بھی سکتا ہے۔''

''واقعی بہت سمجھ دار معلوم ہوتا ہے۔ روبی خان کو پتھر کھانے کا مشورہ دے رہا تھا۔''

''خان دوراں کو جواہرات کا خبط ہے اور اسی بناء پر خانم سعدیہ کا خیال ہے کہ اگر ہضم کرسکتا تو شاید پتھر کھانے بھی لگتا۔ شاید شوہر کو چڑانے کیلئے اس نے طوطے کو یہ سبق پڑھا دیا ہے۔''

''اور ممتحن آپ کو بنایا ہے کہ وہ سبق فون پر سنوا رہی تھی۔''

''تم سمجھے نہیں..... میرا خیال ہے کہ کسی دشواری کی بناء پر میری توجہ اپنی طرف مبذول کرانے کے لئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوگا۔''

''کیا دشواری ہوسکتی ہے۔''

''شاید تم اپنا ذہن کہیں اور چھوڑ آئے ہو۔''

''آرمڈ کار کے باہر۔''

''اگر مجھے یہ خدشہ ہو کہ میری فون کال کہیں سے ٹیپ کی جارہی ہوگی تو میں کیا کروں گا۔''

''آپ کے بارے میں بتانا بہت دشوار ہے کہ آپ کیا کریں گے۔''

''ختم کرو۔'' فریدی گاڑی کا انجن اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔ ''جو کچھ تمہیں کرنا ہے اس پر توجہ دو۔''

''میں نہیں جانتا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔''

''ٹوری بیڈسٹر کی تلاش جاری رکھنا اور بوتھ والے دھماکے کی تفتیش کے سلسلے میں بدرُل پر زور دینا۔''

''ضروری نہیں کہ وہ اعتراف ہی کر لے۔''

''نہ کرے.....لیکن کم از کم تمہارا ہاتھ اس کے گریبان تک تو پہنچنا چاہئے۔''

''میں دیکھوں گا.....!'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔''تو بہرحال آپ شمال کی طرف سفر فرمائیں گے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم آج کل صورت سے غبی کیوں نظر آنے لگے ہو۔''

''اگر ایسی بات ہے تو پھر شاید میری شادی کا وقت قریب آ گیا ہے۔''

''میں تمہیں اب جس عمارت میں چھوڑوں گا وہیں کا فون نمبر اس گائیڈ کو دیا تھا۔''

فریدی گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔''تم اسکی کال ریسیو کئے بغیر وہاں سے کہیں اور نہ جانا۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ گاڑی پھر رفتار پکڑنے لگی تھی۔شہر سے باہر ہی حمید کو ایک عمارت کے سامنے اُتار دیا گیا.....اور فریدی نے کنجیوں کا ایک گچھا اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''گاڑی کچھ دیر بعد واپس آ جائے گی.....شہر پہنچ کر ڈرائیور کو چھٹی دے دینا۔''

''تو کیا عمارت بالکل خالی ہے اس وقت۔'' حمید نے پوچھا۔

''ہاں.....میں یہاں تنہا تھا۔''

قبل اس کے کہ حمید کوئی اور سوال کرتا فریدی نے ایکسیلریٹر پر پیر رکھ دیا تھا۔

گاڑی فراٹے بھرتی آگے نکلی چلی گئی۔

پھاٹک مقفل تھا۔حمید نے لچھے سے کنجی منتخب کر کے قفل کھولا اور کمپاؤنڈ میں داخل ہو کر رہائشی حصے کی طرف بڑھ گیا۔عمارت خاصی کشادہ اور جدید طرز کے مطابق آراستہ بھی ثابت ہوئی تھی۔پوری عمارت کا چکر لگا چکنے کے بعد وہ اس کمرے میں آ بیٹھا جہاں فون تھا۔

روبی خان والا معاملہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔بس اتنی سی بات پر کہ کسی نے طوطے کی زبانی فون پر ان سے چھیڑ چھاڑ کر ڈالی تھی اتنا طویل سفر اختیار کر لینا عقلمندی تو

نہیں کہلائی جاسکتی تھی۔

پھر اسے وہ کال یاد آئی جو آرمڈ کار کے ٹرانسمیٹر پر ہوئی تھی۔ بلیک فورس کے کسی ممبر نے غالباً خان دوراں ہی کے علاقے سے فریدی کو کال کیا تھا۔ تو کیا سچ مچ خان دوراں ایسے ہی حالات سے دوچار ہے کہ فون پر اسے علامات کا سہارا لینا پڑا تھا۔ لیکن وہ اپنے علاقے میں اتنا مجبور تو نہیں ہوسکتا۔ وہاں کون اس سے آنکھیں ملا سکتا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ حمید نے ریسیور اٹھالیا۔

''ہیلو.....!''

''کون صاحب ہیں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ کال کرنے والا اسی گائیڈ کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا جس سے کچھ دیر قبل فریدی نے نیاگرا میں تفریح کی تھی۔

''کیپٹن حمید.....!'' اس نے پیشانی پر شکنیں ڈال کر کہا۔

''کرنل صاحب کو بلائیے جناب۔''

''کیا بات ہے! تم مجھے رپورٹ دے سکتے ہو۔ کرنل صاحب فی الحال موجود نہیں ہیں۔''

''مم..... میں پولیس کی حراست میں ہوں جناب۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

حمید نے بھنویں سکوڑ کر پوچھا۔ ''کیوں؟''

''مجھے ایک جگہ کے بارے میں معلوم ہوا تھا کہ بدرل وہاں موجود ہے۔ میں پہنچا تو اس مصیبت میں گرفتار ہوگیا۔''

''جلدی سے بتاؤ کیا بات ہے؟''

''یہاں پولیس پہلے سے موجود تھی کیونکہ یہاں بدرل کی لاش ملی ہے۔''

''اوہ.....!'' حمید نے طویل سانس لی۔

''اب میں ریسیور انسپکٹر صاحب کو دے رہا ہوں۔ میری جان بچائیے۔''

''پھر دوسری طرف سے کسی دوسرے آدمی کی آواز آئی تھی۔''

''ہیلو.....کون صاحب ہیں؟''

''کیپٹن حمید.....مرکزی محکمہ سراغرسانی۔''

''میں تو آپکی آواز تک نہیں پہچانتا۔ کیا آپ یہاں آنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔''

''فوری طور پر نہیں آ سکتا۔ کیونکہ گاڑی فی الحال موجود نہیں ہے اور میں اس وقت جہاں ہوں وہاں مجھے ٹیکسی بھی نہیں مل سکتی۔''

''تب پھر جب دل چاہے پرنسٹن کے تھانے میں تشریف لائیے گا۔ تصدیق فرمائے بغیر ہم اس آدمی کو نہیں چھوڑ سکیں گے۔''

''اسے کرنل فریدی نے بدرل کی تلاش میں روانہ کیا تھا۔''

''اگر میں آپ کی آواز بھی پہچان سکتا تو محض آپ کی فون کال ہی کافی ہوتی لیکن ایسے حالات میں .....!''

''ٹھیک ہے! تم اسے تھانے لے جاؤ..... میں تھوڑی دیر بعد پہنچوں گا۔''

''بہت بہتر.....!''

پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ حمید نے بھی ریسیور رکھ دیا اور بلند آواز میں بڑبڑایا۔ ''اب فرمایئے ایک آدمی کی لاش زیادہ اہم ہے یا ایک ارسٹوکریٹ کے طوطے کی بکواس..... لیکن جناب کو مطلع کس پتے پر کیا جائے۔''

قریباً ایک گھنٹے بعد آرمڈ کار واپس آئی تھی۔ جسے محکمے ہی کا ڈرائیور لایا تھا۔ لیکن فریدی کے بارے میں وہ بھی کچھ نہ بتا سکا۔ بس اسے حکم ملا تھا کہ گاڑی مذکورہ پتے پر لے جائی جائے۔

''گاڑی کہاں سے لائے ہو۔'' حمید نے بھنا کر پوچھا۔

''آفس کے پارکنگ شیڈ سے جناب۔ وہیں کھڑی تھی۔'' ڈرائیور نے جواب دیا۔

''اچھی بات ہے..... اب مجھے پرنسٹن کے تھانے لے چلو'' حمید نے کہا۔

درندہ بلیک باس

ٹوری بیڈسٹر نہیں جانتا تھا کہ اسے یہاں کیوں بھیجا گیا ہے۔ وہ اپنے ملک کے ایک

ایسے گروہ کا ممبر تھا جو پورے براعظم میں منشیات کی غیر قانونی تجارت کرتا تھا۔ لیکن ٹوری کے ذمہ منشیات کی نقل و حمل نہیں تھی۔ وہ تو ان لوگوں میں سے تھا جو صرف بیٹھ کر کھاتے ہیں اور عیش کرتے ہیں۔ ان کی ضرورت تو اس وقت درپیش آتی ہے جب گروہ کا کوئی آدمی ''بے ایمانی'' پر اُتر آتا ہے۔ یعنی رقومات کی ادائیگی کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ یا پھر پولیس سے مل کر گروہ کو توڑنے میں مدد دینے کی کوشش کرتا ہے۔

پھر ٹوری جیسے لوگوں کا کام اسے تلاش کر کے وصولیابی کرنا اور اس کے بعد قتل کر دینا ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ کبھی اسے کسی ایشیائی ملک کا بھی سفر کرنا پڑے گا۔

یہاں پہنچ کر اسے جس آدمی سے رابطہ قائم کرنا تھا اس کا نام کاراس بلابو بتایا گیا تھا۔ ہدایات کے مطابق وہ سیاحوں کی ایک ٹولی کے ساتھ ایئرپورٹ سے شہر کی طرف روانہ ہوا تھا۔ دو دن ایک ہوٹل میں قیام رہا تھا پھر جب سیاحوں کی ٹولی آگے بڑھی تھی تو اس نے بھی رخت سفر باندھا تھا لیکن اس سے قبل کہ وہ ان سیاحوں کی تقلید کر سکتا۔ اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔

''کون ہے.....اندر آ جاؤ؟'' اس نے اونچی آواز میں کہا۔

ہینڈل گھوما تھا اور دروازے کو دھکا دے کر اسی کی نسل کا ایک اجنبی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

''ٹونی بیڈسٹر.....!'' اس نے کہا۔

''ٹوری بیڈسٹر.....!'' ٹوری نے تصحیح کی اور غرایا۔ ''تم کون ہو!''

''جیری وہٹلم.....!'' اس نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

ٹوری کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ جیری کا چہرہ اُتر گیا۔

''تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔'' اس نے لرزتی ہوئی سی آواز میں کہا۔

''کیوں.....؟'' ٹوری کی سرخ سرخ آنکھیں حلقوں سے ابھر آئیں۔ گروہ کے کلکٹرز میں وہ سب سے زیادہ خطرناک آدمی سمجھا جاتا تھا۔

''بب..... باس کا حکم.....!''

''کیا براہِ راست کوئی ہدایت آئی ہے۔''

''نہیں.....کاراس بلابو کا حکم ہے۔''

''میں نہیں جانتا یہ کون ہے؟''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مسٹر بیڈسٹر.....!''

''مسٹر.....!'' ٹوری چڑانے والے انداز میں بولا۔''بیڈسٹر.....سنو میں صرف ٹوری کہلاتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' جیری اسے پُرتشویش نظروں سے بغور دیکھتا ہوا بولا۔''کوئی کہیں سے آئے یہاں تو کاراس بلابو ہی کا حکم چلتا ہے۔''

''مجھے کہاں چلنا ہوگا.....!''

''ایک جزیرے میں.....کاراس وہیں ہے۔''

''چلو.....!'' ٹوری نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

''تمہارے بلوں کی ادائیگی کردی گئی ہے۔اپنا بیگ اٹھاؤ اور باہر نکل جاؤ۔''

''کیا مطلب.....؟'' ٹوری اسے پھر گھورنے لگا۔

''باہر پورچ میں سیاہ رنگ کی ڈاج کھڑی ہے۔اس میں بیٹھ جانا۔''

''تم ساتھ نہیں ہوگے۔''

''نہیں.....یہی حکم ملا ہے.....ڈرائیور کو علم ہے کہ اسے کہاں جانا ہوگا۔''

ٹوری نے اپنا بیگ اٹھایا اور باہر نکلا چلا آیا۔جیری کمرے ہی میں رہ گیا تھا۔

پورچ میں مذکورہ گاڑی کھڑی نظر آئی۔اس نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور اندر بیٹھ گیا تھا۔گاڑی حرکت میں آ گئی۔

ٹوری نے سگریٹ کا پیکٹ جیب سے نکال کر ایک سگریٹ منتخب کیا اور اسے ہونٹوں میں دبائے کچھ سوچتا رہا۔خاصی دیر بعد لائٹر کا شعلہ سگریٹ تک پہنچا تھا۔

یہاں بھیجے جانے کی غرض و غایت سے لاعلمی الجھن کا باعث بنی ہوئی تھی۔اس کاراس بلابو کا نام بھی اس نے پہلی بار سنا تھا اور پہلی ہی بار اسے علم ہوا تھا کہ اس کا گروہ اس کے

اپنے براعظم ہی تک محدود نہیں ہے۔

گاڑی اسے ساحل سمندر پر لائی تھی اور یہاں بھی ایک اجنبی اس کا منتظر تھا۔

''میرا نام سیزر ہے۔ میں تمہیں کار اس کے جزیرے میں لے جاؤں گا۔'' اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ ''تھوڑی دیر بعد لانچ ساحل سے لگے گی۔''

''اس سفر میں کتنا وقت صرف ہوگا۔'' ٹوری نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''شاید ایک گھنٹہ یا اس سے کچھ زیادہ۔''

پھر ٹوری نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ گاڑی جو اسے یہاں لائی تھی کبھی کی جا چکی تھی۔

''کیا تم کچھ پینا پسند کرو گے۔'' سیزر نے اس سے پوچھا۔

''نہیں..... میں ناوقت کچھ نہیں کھاتا پیتا.....!'' ٹوری کا لہجہ بدستور سرد رہا۔

سیزر اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔ ٹوری نے بھی شاید اسے محسوس کر لیا تھا لیکن بظاہر لاتعلقی کا مظاہرہ کرتا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد مطلوبہ لانچ ساحل سے لگی تھی اور دونوں اس پر جا بیٹھے تھے۔

سفر ایک گھنٹے سے زیادہ تک جاری رہا تھا اور بالآخر لانچ ساحل سے لگی تھی اور دونوں اس پر جا بیٹھے تھے۔ متعدد چھوٹی بڑی لانچیں لنگر انداز تھیں۔ لانچ سے اُتر کر وہ پھر ایک گاڑی میں بیٹھے تھے جو پہلے ہی سے وہاں موجود تھی۔

جزیرہ خاصا آباد تھا۔ لیکن مقامی لوگ کم ہی دکھائی دیئے۔ زیادہ تر سفید فام نظر آ رہے تھے۔

''کیا یہ یہاں کی کوئی تفریح گاہ ہے۔'' ٹوری نے سیزر سے پوچھا۔

''یہی سمجھ لو..... کار اس نے اس جزیرے کو خرید لیا ہے۔''

ٹوری ایسا بن گیا جیسے یہ اطلاع اس کے لئے کوئی اہمیت نہ رکھتی ہو۔

جلد ہی گاڑی ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت کے سامنے رکی تھی اور سیزر نے ٹوری سے کہا تھا۔ ''باس کسی وقت تمہیں طلب کرے گا اب تم آرام کرو۔''

ٹوری اپنا سوٹ کیس اٹھائے ہوئے عمارت میں داخل ہوا۔

سیزر اسی گاڑی سے واپس چلا گیا تھا۔

ٹوری اس عمارت میں تنہا تھا لیکن وہاں اسے ضرورت کی ساری چیزیں مل گئی تھیں۔ دوپہر کے کھانے کے لئے باہر نہیں جانا پڑا تھا کیونکہ ریفریجریٹر میں کئی وقت کی اشیاء خوردنی موجود تھیں۔ بس انہیں گرم کرنا پڑتا۔ سو یہ کام کوئی اتنا مشکل نہیں تھا۔

سہ پہر کو سیزر پھر دکھائی دیا۔

''تم کہاں غائب ہو گئے تھے۔'' ٹوری نے پوچھا۔

''ہمیں اتنا ہی کرنے کی اجازت ہے جتنا کہا جائے۔''

''بڑی پابندیوں میں زندگی بسر کر رہے ہو۔''

''مجبوری ہے۔''

''بہت سخت آدمی ہے کاراس.....!''

''آدمی نہ کہو.....درندہ ہے۔''

''خوب.....!'' ٹوری طنزیہ انداز میں بولا۔ ''تو مجھے یونہی پابند رہنا پڑے گا۔''

''میں نہیں جانتا کہ تمہاری حیثیت کیا ہوگی۔''

''کیا تم بھی میری ہی طرح یہاں آئے ہے۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''مطلب یہ کہ تمہیں بھی نہیں معلوم تھا کہ یہاں کیوں بھیجے گئے ہو۔''

''غالباً یہی صورت تھی۔''

''تمہارے ذمہ یہاں کیا کام ہے۔''

''میری ایک بات مانو.....!'' سیزر نے سوال کا جواب دینے کی بجائے کہا۔ ''یہاں صرف اپنے کام سے کام رکھنا۔ جس قسم کے سوالات مجھ سے کر رہے ہو اس سے ہمیشہ احتراز کرنا۔ کاراس اس کا متحمل نہیں ہوتا اور ہاں اس کی کسی بات پر اعتراض بھی نہ کرنا۔''

''میں نہیں سمجھا۔'' ٹوری اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''قدم قدم پر تمہارا خون کھولے گا.....بس خود کو قابو میں رکھنا۔''

''کیا وہ اپنے آدمیوں کو حقیر سمجھنے کا عادی ہے۔''

''خود ہی دیکھ لو گے۔''

''تب تو شاید مجھے واپس جانا پڑے گا۔ مجھے اگر اوپر والوں سے اختلاف ہو جائے تو اس کا اظہار ضرور کرتا ہوں۔''

''یہاں اس سے گریز کرنا۔''

''دیکھا جائے گا۔'' ٹوری نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

سیزر نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔''بس اب تیار ہو جاؤ۔ اس نے تمہیں طلب کیا ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ میں واقعی دشواری میں پڑ گیا ہوں۔'' ٹوری بڑبڑایا تھا۔

''پہلے پہل میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا۔ لیکن اب عادی ہو گیا ہوں۔''

''چلو.....اب پتا نہیں میں عادی ہوں گا یا.....!'' ٹوری جملہ پورے کئے بغیر خاموش ہو گیا تھا۔

اس بار باہر کوئی گاڑی ان کی منتظر نہیں تھی۔ پیدل ہی ایک جانب روانہ ہو گئے۔

''خوبصورت جزیرہ ہے۔'' ٹوری نے کہا۔

''اور وہ اسے جنت بنا دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔''

''حرامخوروں کی جنت.....!'' ٹوری ہنس پڑا۔

انہیں دو تین منٹ سے زیادہ نہیں چلنا پڑا تھا۔ وہ ایک بڑی عمارت میں داخل ہوئے تھے۔

''ملک کا سب سے بڑا قمار خانہ۔'' سیزر نے کہا۔''کار اس نے بڑی دشواریوں سے اس کا پرمٹ حاصل کیا تھا۔''

''کیسی دشواری.....!'' ٹوری بولا۔

''یہاں اس قسم کے بزنس آسانی سے نہیں پنپنے دیئے جاتے۔ اگر الگ تھلگ جزیرہ نہ ہوتا تو شاید اجازت نہ ملتی۔''

''بس تم یہاں بیٹھ جاؤ۔'' سیزر نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا جو کاؤنٹر کے قریب پڑی ہوئی تھی۔ ہال اس وقت خالی تھا۔ ویٹر میزیں درست کرتے پھر رہے تھے۔ بارٹینڈر نے غور سے ٹوری کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ سیزر نے بھی ٹوری کا تعارف

نہیں کرایا تھا۔

''ٹھیک چار بج کر دس منٹ پر وہ تمہیں طلب کرے گا۔'' سیزر نے کہا۔

''تم کہاں چلے۔'' ٹوری نے سوال کیا۔

''اپنی ڈیوٹی پر.....میرا کام اس وقت اتنا ہی تھا کہ تمہیں یہاں تک پہنچا دوں۔''

وہ بھی چل دیا۔ ٹوری جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہوگیا تھا۔ ابھی دس منٹ تک اسے وہیں بیٹھنے رہنا تھا۔ اس نے بارٹنڈر کی طرف دیکھا جو پہلے ہی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پیلی رنگت اور چپٹی ناک والا ایشیائی آدمی تھا.....ٹوری اس کی صحیح قومیت کا اندازہ نہ لگا سکا۔ مشرق بعید کے کسی بھی ملک کا باشندہ ہوسکتا تھا۔

''کیا تم کچھ پینا پسند کرو گے مسٹر.....!'' بارٹنڈر نے دفعتاً کاؤنٹر پر جھکتے ہوئے راز دارانہ لہجے میں پوچھا تھا۔

''نہیں.....شکریہ۔''

وہ پیچھے ہٹ گیا تھا اور خواہ مخواہ ریک سے ایک بوتل نکال کر کپڑے سے اس کی صفائی کرنے لگا تھا۔

ٹوری نے سگریٹ سلگایا۔ یہاں اسے اجنبیت نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ حالانکہ ویٹر جو میزیں ٹھیک کرتے پھر رہے تھے رنگدار ہی لوگ تھے۔ لیکن انکے چلنے پھرنے کے انداز میں اسی کے ملک والوں کی نقالی پائی جاتی تھی۔ شاید انہیں خصوصیت سے اس کی ٹریننگ دی گئی تھی۔

دفعتاً کاؤنٹر پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ بارٹنڈر نے ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں کہا ''یس باس.....!''

پھر اس نے کنکھیوں سے ٹوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''او کے باس۔''

ریسیور کریڈل پر رکھ کر ٹوری سے بولا۔ ''اب تم باس کے کمرے میں جاسکتے ہو مسٹر۔''

ٹوری نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''کدھر ہے۔''

بارٹنڈر نے بائیں جانب والی راہداری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''داہنی جانب پانچواں دروازہ.....دروازہ کھول کر اندر چلے جانا۔ کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔''

''شکریہ.....!'' ٹوری راہداری میں گھوم گیا۔ پانچویں دروازے پر کاراس کے نام کی تختی نظر آئی تھی۔

اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوتے ہی ٹھٹک کر رہ گیا۔ کیونکہ کمرے میں ایک دیوقامت سیاہ فام آدمی کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔ وہ اسی کے ملک کی کالی نسل کا فرد بھی ہوسکتا تھا اور کوئی افریقی بھی۔

''دروازہ بند کردو۔'' اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا تھا۔

ٹوری نے غیر ارادی طور پر دروازہ بند کردیا تھا۔ لیکن جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔

''تم ٹوری بیڈسٹر ہو۔''

''ہاں میں ہی ہوں۔'' ٹوری جارحانہ انداز میں بولا۔

''ڈاڑھی مونچھیں صاف کرادو..... بال بھی ٹھیک کراؤ۔''

''تم کون ہو.....؟'' ٹوری غرایا۔

''کاراس بلابو.....تمہارا مالک۔''

''تم.....؟'' ٹوری کے لہجے میں حقارت تھی۔

''ہاں.....میں.....تمہیں اس میں کوئی شبہ ہے؟''

''مجھے بتایا نہیں گیا تھا۔''

''اب بتایا جارہا ہے.....بیٹھ جاؤ۔'' اس نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔''

''میں نے کہا تھا بیٹھ جاؤ۔'' کاراس غرایا۔

''سنو کالے آدمی..... اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمہاری ماتحتی کرنی پڑے گی تو مجھے یہاں بھیجنے کی جرأت کرنے والا دوسری دنیا کے سفر پر روانہ ہوجاتا۔''

''بکواس بند کرو.....بیٹھ جاؤ۔''

''شٹ اپ.....!'' ٹوری آپے سے باہر ہوا جارہا تھا۔

کاراس اٹھ کھڑا ہوا.....لیکن اس کے چہرے سے اندازہ لگانا مشکل تھا کہ وہ دوسرے

ہی لمحے میں کیا کر گزرے گا۔

ٹوری بھی سنبھل گیا تھا اور خود کو ہر قسم کے حالات سے نپٹنے کے لئے تیار کرنے لگا تھا۔

کاراس سے وہ کئی انچ نیچا نظر آ رہا تھا۔ حالانکہ اپنے ساتھیوں میں سب سے نکلتے ہوئے قد کا حامل سمجھا جاتا تھا۔

کاراس پلکیں جھپکائے بغیر اُسے دیکھتا رہا۔ چہرے سے کسی جذبے کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔ بس ایسا لگتا تھا جیسے خلاء میں گھور رہا ہو۔ لیکن ٹوری محسوس کر رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے برقی لہریں نکل کر اس کے اپنے سارے جسم کو مفلوج کئے دے رہی ہوں۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا کرسی کی طرف بڑھا اور غیر ارادی طور پر بیٹھ گیا۔ لیکن کاراس کھڑا ہی رہا تھا۔

ٹھیک اسی وقت دروازے کا ہینڈل گھوما تھا اور ایک سفید فام عورت کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

کاراس اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ عورت خوش شکل تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی لیکن اس کی آنکھوں میں عجیب سی ویرانی پائی جاتی تھی۔ ٹوری نے پہلی ہی نظر میں اندازہ کر لیا تھا کہ وہ منشیات کی عادی ہے۔

''مجھ پر رحم کرو۔'' وہ کاراس کی طرف دیکھ کر گڑگڑائی تھی۔

کاراس اپنی کرسی پر جا بیٹھا۔ چند لمحے اسے گھورتا رہا پھر غرایا۔ ''ناممکن ہے۔''

''پھر میں کیا کروں..... کہاں جاؤں۔'' عورت روئے دے رہی تھی۔

''میں کیا بتا سکتا ہوں..... ہیروئن کا حصول ناممکن ہو گیا ہے۔''

''تمہارے لئے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے۔ میں پچاس گنی زیادہ قیمت دے سکتی ہوں۔''

''قیمت میں اضافے کی کوئی اہمیت نہیں میری نظروں میں۔'' کاراس نے بےباک سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

''پھر تم کیا چاہتے ہو.....!''

''میں کیا چاہتا ہوں.....؟''

''ہاں جو کچھ بھی کہو۔''

کاراس اپنے داہنے پیر کا جوتا اتارنے لگا۔

ٹوری کبھی عورت کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی کاراس کی طرف۔ عورت ملتجیانہ انداز میں کاراس کو دیکھے جارہی تھی۔ جوتا اتار چکنے کے بعد کاراس بولا۔

''تمہیں ہیروئن مل جائے گی۔ سفید فام معزز عورت۔ لیکن اس کے لئے تمہیں میرا تلوا چاٹنا پڑے گا۔''

''کاراس.....!'' ٹوری دھاڑتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ ''تم کم از کم میرے سامنے ایسا نہیں کر سکتے۔''

لیکن کاراس نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں تھا۔ عورت پر بھی اس کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ تو بس آنکھوں میں ہزار ہا التجائیں لئے کاراس کی طرف دیکھے جارہی تھی۔

''ہاں..... میرا تلوا چاٹو.....!'' کاراس آہستہ سے بولا۔ ''میں تمہیں اتنی ہیروئن دوں گا کہ ایک ماہ کے لئے بے فکر ہو جاؤ گی۔ چاٹو میرا تلوا.....!''

ٹوری جھپٹ کر اس کے درمیان آتا ہوا بولا۔ ''تم ایسا نہیں کر سکتے کاراس.....!''

اس نے سر اٹھا کر ٹوری کی طرف دیکھا تھا اور پھر جھک کر بائیں پیر کے جوتے کا بھی تسمہ کھولنے لگا تھا۔ جوتا اتار کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔ ''ٹوری بیڈسٹر..... دوسرے پیر کا تلوا تم چاٹو گے۔''

عورت نے بات بڑھتے دیکھی تو آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی بائیں جانب والی دیوار سے جالگی۔

''ہاں..... اب پہل تم ہی کرو گے۔'' کاراس ٹوری کو گھورتا ہوا بولا۔ لہجہ بے حد سرد تھا اور اس میں اتنا ہی تیقن تھا کہ ٹوری پہلے تو گڑبڑا گیا پھر دانت پیس کر بولا۔ ''بلیک باس تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔''

کاراس نے بیٹھے ہی بیٹھے اچھل کر اس کے سینے پر زوردار لات رسید کی تھی۔

یہ حملہ اتنا غیر متوقع تھا کہ ٹوری کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ ویسے آدمی جاندار تھا کئی قدم پیچھے ہٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اچھل کر دیوار سے جاٹکرایا ہوتا۔ پھر تیلا بھی اتنا ہی تھا کہ سینے پر لات پڑتے ہی جیب سے چاقو نکال کر کھول لیا تھا۔

''شش..... پھینک دے اسے۔'' کاراس نے اس طرح کہا جیسے کسی بچے سے مخاطب ہو۔ ''پھینک دے..... ورنہ تیرے ہی سینے میں پیوست ہو جائے گا۔''

ٹوری نے اس پر چھلانگ لگائی لیکن اسے اندازہ ہی نہ ہوسکا کہ چاقو کاراس کے جسم میں پیوست بھی ہوا تھا یا نہیں..... کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں اس نے خود کو فرش پر پڑا پایا اور کاراس اس پر چھایا ہوا تھا۔ ساتھ ہی اس نے اس کی آواز بھی سنی۔ وہ عورت سے کہہ رہا تھا۔ ''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں..... بیٹھ جاؤ..... تمہارا کام بھی ابھی ہوجائے گا۔''

ٹوری اسے اچھال پھینکنے کے لئے زور لگا رہا تھا۔ لیکن وہ تو پہاڑ تھا۔ اتنے سخت جسم والا آدمی پہلے کبھی اس کی نظروں سے نہیں گزرا تھا۔ اسے چاقو کا دھیان آیا..... اب وہ اس کی گرفت میں نہیں تھا..... نہ جانے کہاں جا پڑا تھا۔

دفعتاً اس نے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں ایک جگہ چبھن سی محسوس کی اور پھر یہ چبھن اتنی بڑھی کہ وہ اپنی بے ہنگم چیخوں پر قابو نہ پاسکا۔ یہ کاراس کی دو انگلیاں تھیں جو شاید ریڑھ کی ہڈی سے گزر جانا چاہتی تھیں۔

ان چیخوں کے درمیان بھی وہ محسوس کرسکتا تھا کہ اس کا نچلا دھڑ حرکت کرنے کی صلاحیت سے محروم ہوا جارہا ہے۔

پھر کاراس کی انگلیوں سے پیدا ہونے والی چبھن کا احساس بھی معدوم ہوگیا تھا۔

کاراس اسے چھوڑ کر ہٹتا ہوا بولا۔ ''میں نے تجھے اپاہج کردیا ہے سفید فام کیڑے۔ اگر تو آدھے گھنٹے تک اپنی ضد پر قائم رہا تو ہمیشہ کے لئے اپاہج ہوجائے گا۔ تیری ٹانگیں حرکت نہ کرسکیں گی۔''

عورت تھر تھر کانپ رہی تھی۔ کاراس اس کی طرف مڑا۔

''چلو..... چاٹو میرا تلوا۔''

وہ آگے بڑھی..... کاراس کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ اس نے اپنی داہنی ٹانگ بائیں ٹانگ پر رکھ لی اور عورت گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کا تلوا چاٹنے لگی۔

ٹوری بے حس و حرکت پڑا دیکھتا رہا۔ اس کی زبان گنگ ہوکر رہ گئی تھی۔ اپنے نچلے دھڑ کو جنبش دینے کا ارادہ کرتا تھا لیکن کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ بالکل ایسا لگتا تھا جیسے ذہن سے نچلے دھڑ کا رابطہ ہی منقطع ہوگیا ہو۔

''بس کرو.....!'' کاراس عورت سے بولا۔ ''اس کی آنکھیں کسی ایسے شیر کی سی آنکھیں لگ رہی تھیں جو کسی تازہ شکار کا لہو پی کر اٹھا ہو۔''

اس نے میز کی دراز کھینچی تھی اور ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر عورت کی طرف بڑھا دیا تھا۔

عورت نے پیکٹ اسی طرح اسکے ہاتھ سے جھپٹ لیا جیسے کسی ندیدے بچے نے غیر ارادی طور پر ہاتھ آنے والی مٹھائی پر جھپٹا مارا ہو..... پھر اس نے اپنے پرس کا زپ کھولا تھا۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں۔'' کاراس آہستہ سے بولا۔ ''تم قیمت ادا کر چکی ہو سفید فام عورت..... جاؤ..... دفع ہو جاؤ۔''

عورت دوڑنے کے سے انداز میں چل کر باہر نکل گئی تھی۔

کاراس اب ٹوری کی طرف متوجہ ہوا۔

''کیا خیال ہے چاٹو گے میرا تلوا یا ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو جانا پسند کرو گے۔''

ٹوری نے کسی بے بس جانور کی طرح پلکیں جھپکائی تھیں۔

''آدھا گھنٹہ گزر جانے کے بعد تم ہمیشہ کے لئے اپاہج ہو جاؤ گے۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر میں تمہیں پھر تمہاری اصلی حالت میں لاسکوں گا..... لو چاٹو میرا تلوا.....!''

وہ اٹھ کر اس کے پاس آ کھڑا ہوا اور بایاں پیر اس کے چہرے کے قریب کرتا ہوا بولا۔ ''ہم نے صدیوں تک سفید فاموں کے تلوے چاٹے ہیں اور آج بھی تمہارے نزدیک قابل نفرت ہیں..... حالانکہ تمہاری یہ دولت مندی اور سرفرازی ہمارے ہی اجداد کی محنتوں کا نتیجہ ہے..... چاٹو میرا تلوا اور دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔''

ٹوری نے وحشیانہ انداز میں منہ پھاڑ کر زبان نکالی اور کاراس کا تلوا چاٹنے لگا۔ کاراس ہنس رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے گدگدی ہو رہی ہو۔ حالانکہ اس وقت ہلکی سی مسکراہٹ بھی اس کے ہونٹوں پر نہیں آئی۔ جب عورت تلوا چاٹ رہی تھی۔

کیپٹن حمید نے کار روکی تھی اور انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا تھا اور گیارھویں ہوٹل میں

داخل ہونے سے قبل اس نے دل ہی دل میں ٹوری بیڈسٹر کی سات پشتوں کو نواز کر رکھ دیا تھا۔

ویسے اس بار اسے کامیابی ہوئی تھی۔ قیام کرنے والوں کے رجسٹر میں ٹوری بیڈسٹر کا نام موجود تھا۔اس نے اس کے بارے میں کاؤنٹر کلرک سے پوچھ گچھ شروع کی۔

''ہیی تھا جناب..... مجھے اچھی طرح یاد ہے۔'' کاؤنٹر کلرک نے کہا۔''دو دن قیام کرنے کے بعد چلا گیا تھا۔''

''کچھ اندازہ ہے کہ کہاں گیا ہوگا۔''

''نہیں جناب.....لیکن جس شخص نے اسکے واجبات کی ادائیگی کی تھی وہ ضرور جانتا ہوگا۔''

''کیا ادائیگی اور کسی نے کی تھی۔''

''جی ہاں.....اور کمرے کی کنجی بھی اسی سے واپس ملی تھی۔خود ٹوری بیڈسٹر تو نہ جانے کس وقت چلا گیا تھا۔''

''ادائیگی کرنے والا کون تھا۔''

''اس نے اپنا نام نہیں بتایا تھا۔''

''کوئی مقامی آدمی تھا.....؟''

''جی نہیں۔اس کی طرح سفید فام تھا۔لیکن ہیی نہیں تھا۔''

''تم نے اس طرح اس کا حوالہ دیا تھا جیسے اسے جانتے ہو۔''

''جانتا ہوں لیکن نام نہیں جانتا۔''

''کیا بات ہوئی۔''

''ریس کورس میں اسے اکثر دیکھتا رہا ہوں۔ یہ زیادہ تر جیت میں رہتا ہے اور جیتنے کے بعد ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ مزہ آجاتا ہے۔ لہٰذا مجھے ہمیشہ اس کی تلاش رہتی ہے۔کبھی کبھی کامیابی بھی ہوجاتی ہے اور میں اس کے قریب ہی رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔''

''کبھی مل بیٹھنے کی بھی کوشش کی ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں جناب! اسے تو شاید علم ہی نہ ہو کہ مجھے اس کی تلاش رہتی ہے۔ یہاں بھی اس نے مجھے نہیں پہچانا تھا۔''

''آج بدھ ہے۔'' حمید نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔''اس وقت تیسری ریس کی تیاری ہو رہی ہوگی.....میرے ساتھ چلو۔''

''بدھ کی ریس ہمیشہ رہ جاتی ہے۔ ڈیوٹی پر ہوتا ہوں۔''

''میں تمہیں چھٹی دلا دوں گا۔''

''تب تو ممکن ہے جناب۔''

منیجر سے مل کر پانچ منٹ کے اندر اندر حمید نے اسے چھٹی دلائی تھی اور ریس کورس کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔ یہاں سے قریباً دو ڈھائی میل کی مسافت تھی۔

''تم یہ بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھو گے کہ میں نے ٹوری بیڈسٹر کے سلسلے میں تفتیش کی تھی۔'' حمید نے کلرک سے کہا جو اس کے برابر ہی بیٹھا ہوا تھا۔

''میں سمجھتا ہوں جناب.....ایسا ہی ہوگا۔''

ریس کورس کی بھیڑ بھاڑ میں کسی کو تلاش کر لینا آسان کام نہیں تھا۔ اس کے باوجود بھی ان دونوں کی تگ و دو جاری رہی۔

''بہت مشکل ہے جناب.....ذرا پہلے آتے تو..... یا پھر یہ ریس ختم ہوجانے دیجئے آج تو چھ ہوں گی۔''

وہ دونوں ایک جانب جا بیٹھے تھے۔

''یہاں کے بہتیرے گائیڈز سے بھی تمہاری واقفیت ہوگی۔'' حمید نے اس سے کہا۔

''قریب قریب سبھوں کو جانتا ہوں۔'' کاؤنٹر کلرک بولا۔

''تم نے بدرل کے قتل کے بارے میں بھی سنا ہوگا۔''

''جی ہاں.....اخبار میں یہ خبر دیکھی تھی۔ لین دین کے کسی جھگڑے میں قتل ہوا ہوگا۔ اوہو.....خوب یاد آیا.....اس شخص کو میں نے کئی بار بدرل کے ساتھ بھی دیکھا تھا۔''

''اس آدمی کو تم ریس کورس میں کب سے دیکھ رہے ہو۔''

''میرا خیال ہے کہ شائد سال ڈیڑھ سال سے۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کوئی سیاح نہیں ہے۔''

''قطعی نہیں جناب.....ہوسکتا ہے کسی بیرونی فرم کا ملازم ہو۔''

''لیکن ملے کس طرح.....تمہیں کبھی کسی کی زبانی اس کا نام بھی نہیں معلوم ہوسکا۔''

''نہیں جناب! کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا کہ کسی نے میری موجودگی میں اس کا نام لے کر مخاطب کیا ہو۔''

''آؤ یہ ریس ختم ہوگئی۔ اگر وہ جیت میں رہا ہوگا تو یقیناً اپنی رقم وصول کرنے جائے گا۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' کاؤنٹر کلرک اٹھتا ہوا بولا۔

وہ بکیز کی طرف آئے تھے اور حمید کا ساتھی یک بیک اچھل پڑا تھا۔

''وہ دیکھئے.....وہ رہا.....جس نے سرخ کوٹ پہن رکھا ہے۔'' اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

''کہاں.....اوہ.....وہ ہے؟''

''تو کیا آپ اسے جانتے ہیں۔''

''اور مجھے حیرت ہے کہ تم نہیں جانتے۔ کیونکہ اس کا تعلق ہوٹلوں ہی سے ہے۔''

''میں نہیں سمجھا جناب۔''

''بلیو اسٹار گروپ کا ڈرمر ہے۔''

''وہ تو ہائی سرکل نائٹ کلب سے تعلق رکھتا ہے۔ بھلا ہم جیسوں کا وہاں کہاں گزر۔''

''میرا خیال ہے کہ تم نے خوشی کے مواقع پر اسے طرح طرح سے منہ بناتے دیکھا ہوگا۔''

''جی ہاں.....جی ہاں.....اب میں کیا بتاؤں۔'' وہ کھسیانی سی ہنسی ہنس کر رہ گیا۔

''نہیں ضرور بتاؤ.....تم مجھے دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہو۔ آئندہ بھی ملتا رہوں گا۔''

''خوش نصیبی ہے میری جناب۔ ورنہ کیپٹن حمید تو ہم لوگوں کے لئے قصے کہانیوں کی شخصیت ہے۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کوئی نفسیاتی چکر ہوگا۔ دراصل میں اس شخص پر خار کھانے کے لئے اسے خوشی کے موقعوں پر دیکھنا چاہتا ہوں۔ جب یہ طرح طرح کے منہ بناتا ہے تو دل چاہنے لگتا ہے کہ اس کی تھوتھنی کچل کر رکھ دوں۔ عجیب بات ہے کہ اس کے باوجود بھی بار بار دیکھنا چاہتا ہوں..... وہ دیکھئے..... وہ پھر اوپری ہونٹ سکوڑ کر باچھیں

پھاڑنے کی کوشش کر رہا ہے..... مسل دوں تھوتھنی سالے کی۔''

''بہر حال تمہیں یقین ہے کہ اسی نے ٹوری بیڈسٹر کا حساب بے باق کیا تھا۔''

''اسی طرح یقین ہے جیسے اس پر کہ آپ سے شرف ہم کلامی حاصل ہے۔''

''بہت بہت شکریہ دوست.....!'' حمید اس کا شانہ تھپک کر بولا۔

''آؤ اب تھوڑی سی تفریح ہو جائے..... اگلی ریس میں یلو پینتھر دوڑ رہا ہے..... اس پر رقم لگاؤ..... ہار جاؤ گے تو ہاری ہوئی رقم میں ادا کر دوں گا۔''

''اتنا یقین ہے آپ کو.....!''

''خود کبھی نہیں کھیلتا..... لیکن گہری نظر رکھتا ہوں۔ فرصت کے اوقات میں تجزیئے بھی کرتا رہتا ہوں۔ آج تک میری دی ہوئی ٹپ غلط نہیں نکلی۔''

''اچھی بات ہے جناب..... آزماؤں گا۔''

''تم ادھر آزماؤ..... اور میں اسے منہ بناتے دیکھوں گا۔''

وہ بکیز کی طرف بڑھ گیا تھا اور حمید انتظار کرنے لگا تھا کہ بلیو اسٹار کا ڈرمر جیری وہٹلم کب اس بھیڑ سے نکلتا ہے۔

جلد ہی کام بن گیا تھا۔ وہٹلم نے دوسری ریس کے ٹکٹ خریدے تھے اور بھیڑ سے نکل کر ایک جانب چلا ہی تھا کہ حمید نے اسے جالیا۔

''ایک منٹ.....!''

''جی.....!'' وہ چونک پڑا۔

''آہا..... کیپٹن..... کہئے..... ٹپ چاہئے کیا۔''

''نہیں..... بدرل سے متعلق تھوڑی سی گفتگو ہوگی..... ابھی ریس میں دیر ہے..... چلو کسی طرف بیٹھ جائیں۔''

''بدرل..... اوہ..... وہ گائیڈ بیچارہ جس کسی نے قتل کر دیا۔''

''وہی.....!''

''لیکن میں اس کے بارے میں کیا بتا سکوں گا۔''

''تمہارے دوستوں میں سے تھا۔''

''کسی نے غلط اطلاع دی ہے آپ کو۔ بس یونہی معمولی شناسائی تھی۔ کبھی کبھی یہیں ریس کورس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر سر ہلا دیتے تھے۔''

''اس کے باوجود بھی تم نے پندرہ دسمبر کو آراگاں ہوٹل میں اس کا حساب بے باق کیا تھا۔'' حمید نے اس سے سوال کیا۔

''کس کا حساب بے باق کیا تھا؟'' جیری وہٹلم نے حیرت سے سوال کیا۔

''بدرل کا.....!''

''واقعی کوئی آپ کو میرے خلاف بھڑکا تا رہا ہے۔ میں اور بدرل کا حساب بیباق کروں گا۔ اس کی حقیقت ہی کیا تھی کہ وہ میرے احباب میں شمار کیا جاتا۔''

''آراگاں کا کلرک تمہاری شناخت کر چکا ہے؟''

''بدرل کا حساب بیباق کرنیوالے کی حیثیت سے؟'' جیری نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

''بات کو طویل نہ دو مجھے مختصر جواب چاہئے.... تم نے حساب بے باق کیا تھا یا نہیں۔''

''ضرور کیا تھا..... لیکن وہ بدرل کا حساب نہیں تھا۔''

''پھر کس کا تھا.....!''

''میرے ایک دوست ٹوری بیڈسٹر کا..... ہاں وہ پندرہ دسمبر ہی تھی۔''

''کیا اب وہ تمہارے ساتھ مقیم ہے؟''

''اس کی بات چھوڑیئے..... آپ بدرل کی بات کر رہے ہیں۔''

''مجھے ثبوت چاہئے کہ وہ ٹوری بیڈسٹر ہی کا حساب تھا۔''

''ہوٹل کا رجسٹر چیک کر لیجئے۔''

''ہوسکتا ہے اس دن کسی ٹوری بیڈسٹر کا بھی حساب بے باق کیا گیا ہو۔ لیکن وہ تمہارے ذریعے نہیں ہوا تھا۔''

''کمال کرتے ہیں آپ بھی۔''

''ٹوری بیڈسٹر کون ہے؟''

''میرا ایک دوست جو بغرض سیاحت یہاں آیا ہے۔''

''میں اس سے مل کر تصدیق کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں نہیں جانتا کہ وہ اب کہاں ہوگا۔''

''کمال ہے.....تم نے اس کا حساب بے باق کیا تھا۔''

''ضرور کیا تھا.....لیکن خود اس کے ساتھ نہیں گیا تھا۔ اس کے کمرے میں اس سے ملنے کے لئے گیا تھا۔ لیکن وہ بہت جلدی میں تھا۔ اپنا حساب بے باق کر کے ہوٹل چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ مجھے کچھ رقم اور کمرے کی کنجی دے کر چلا گیا تھا۔''

''تم نے بدرل کا حساب بے باق کیا تھا اس کے کمرے میں ٹھہرے رہے تھے اور اس کے چلے جانے کے بعد تم نے کنجی کاؤنٹر کلرک کے حوالے کر دی تھی۔ مجھے بتاؤ کہ بدرل نے وہ کمرہ تین دن کے لئے کیوں لیا تھا۔''

''چلئے آراگاں.....وہیں تصدیق ہو جائے گی کہ میں نے کس کا حساب بے باق کیا تھا۔''

''پس ثابت ہوا کہ ٹوری بیڈسٹر ہی بدرل کا قاتل ہے۔''

''کیا مطلب.....!'' جیری اچھل پڑا۔ ''آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں کیپٹن۔ بھلا کس طرح ثابت ہوا کہ ٹوری بدرل کا قاتل ہے۔''

''ٹوری کا پتا بتاؤ ورنہ میں تمہیں شبہے میں گرفتار کر کے پندرہ دن کا ریمانڈ لے لوں گا۔''

''ٹٹ.....ٹوری.....!'' وہ نروس ہو کر بولا۔ ''کک کا راس بلابو کا مہمان ہے۔''

''یہ ہوئی نا بات.....اگر پہلے ہی بتا دیتے تو۔''

''بلابو میری ہڈیاں توڑ دے گا اگر اسے معلوم ہو گیا کہ میں نے اس کے مہمان کی نشاندہی کر دی ہے۔''

''کیوں.....؟''

''وہ اپنے جزیرے میں پولیس والوں کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔''

''اگر قاتلوں کو پناہ دے گا تو ضرور دیکھے گا۔''

''کیا واقعی وہ بدرل کا قاتل ہے۔''

''اس کا فیصلہ عدالت کرے گی۔''

''عدالت فیصلہ کرے یا نہ کرے.....اب میری شامت آجائے گی۔ آپ لوگ میرا نام ضرور لیں گے اور وہ بلاؤں کا پہاڑ میری بوٹیاں اڑا دے گا۔''

''ضروری نہیں کہ اس سلسلے میں تمہارا نام بھی لیا جائے۔''

''اوہ کیپٹن.....زندگی بھر شکر گزار رہوں گا اگر میرا حوالہ نہ دیا جائے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا حوالہ دینے کا۔ عدالت ہم سے یہ نہیں پوچھے گی کہ ہم کاراس کے جزیرے میں کیونکر جا پہنچے تھے۔''

''بہت بہت شکریہ کیپٹن آیئے کچھ پیجئے گا۔''

''نہیں شکریہ.....ڈیوٹی پر ہوں۔''

''آپ ماریانا ویلیوٹ کے رقص میں نہیں آئے تھے۔''

''آج کل فرصت ہی نہیں ملتی۔''

''تو پھر یاد رکھئے گا.....میرا نام نہ آنے پائے۔''

''سنا ہے کاراس بلابو کوئی نیگرو ہے۔''

''ہاں! انتہائی خطرناک اور بھینسے کی طرح طاقتور بھی۔''

''اور یہ ٹوری بیڈسٹر تو سفید فام ہی ہے اس کا بلابو سے کیا تعلق.....؟''

''بہرحال دونوں ہم وطن ہیں۔ رنگ و نسل سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''بہت فرق پڑتا ہے۔ خیر ہم دیکھیں گے کہ کاراس بلابو کیا چیز ہے۔''

''بس میرا نام نہ آنے پائے۔''

''مطمئن رہو..... ہاں تم کس گھوڑے پر رقم لگا رہے ہو؟ بلو پینتھر کو نظر انداز نہ کر جانا یہ ریس وہی جیتے گا۔''

روبی خان

سرسبز پہاڑوں کے درمیان واقع غزن سبزہ نامی بستی شمالی کوہستان کی سب سے زیادہ

گھنی آباد بستی تھی۔ بیس سال پہلے یہاں زمرد محل کے علاوہ اور کوئی قابل ذکر عمارت نہیں تھی۔ یہ خان دوراں کا محل تھا اور اس کے اطراف میں خان دوراں کی رعایا بسی ہوئی تھی۔ لیکن پھر دیکھتے ہی دیکھتے یہ ننھی سی بستی شہر بننے لگی تھی۔ کیونکہ یہاں حکومت نے کئی ترقیاتی منصوبوں کو روبہ عمل لانے کی جدوجہد شروع کردی تھی۔ کاغذ، شکر اور کشیدنی تمباکو کے کارخانے قائم کئے گئے تھے۔ سڑکیں بنی تھیں ریلوے لائن ڈالی گئی تھی اور ایک شاندار ریلوے اسٹیشن تعمیر ہوا تھا۔ ڈاک اور ٹیلی فون کے محکموں نے اپنے دفاتر قائم کئے تھے اور اب ایک ریڈیو اسٹیشن کا قیام بھی زیر غور تھا۔

یہ سب کچھ تھا۔ لیکن زمرد محل کی انفرادیت آج بھی برقرار تھی۔ اس جیسی کوئی دوسری عمارت غزن سبزہ میں اب تک تعمیر نہیں ہوسکی تھی اور خان دوراں آج بھی بستی کا سب سے معزز آدمی خیال کیا جاتا تھا۔ سرکاری حکام اس کا احترام کرتے تھے اور اہم انتظامی اُمور میں خان دوراں سے ضرور مشورہ لیا جاتا تھا۔ بستی کا متمول ترین آدمی بھی وہی تھا۔ یہاں جتنے بھی ترقیاتی منصوبوں پر کام ہو رہا تھا اس میں اس کا بھی حصہ تھا اور شاید حکومت کے حصص کے بعد اس کے حصص کا نمبر آتا تھا۔

محل میں ملازموں کی پوری فوج موجود تھی۔ لیکن کنبہ صرف تین افراد پر مشتمل تھا۔ خان دوراں اس کی بیوی خانم سعدیہ اور بیٹی گلرو..... کبھی کبھی نصیر آباد سے گلرو کی خالائیں بھی آجاتی تھیں۔ بلکہ خانم سعدیہ نے خاص طور پر اسے بلوایا تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ ادھر کچھ دنوں سے خانم سعدیہ کو اپنے شوہر کی ذہنی صحت کچھ مشتبہ سی محسوس ہونے لگی تھی۔ اس سلسلے میں اس نے خان دوراں سے براہِ راست کوئی گفتگو نہیں کی تھی بلکہ اپنی بہن عالیہ کو بلوا بھیجا تھا جو نصیر آباد کی لیڈی ڈاکٹروں میں ممتاز ترین حیثیت رکھتی تھی۔ خانم سعدیہ ایک بہت محتاط عورت تھی۔ ورنہ ملک کے چوٹی کے ڈاکٹر بھی اس کی دسترس سے دور نہیں تھے۔ حقیقتاً وہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ بات محل کی حدود سے باہر نکل جائے۔

خان کی ذہنی صحت پر شبہ کی ابتداء ایک واقعے سے ہوئی تھی ایک رات خانم سعدیہ اپنی خواب گاہ میں بے خبر سو رہی تھی کہ کسی نے زور زور سے دروازہ پیٹ کر اسے جگا دیا تھا۔ کس

میں جرأت تھی کہ ایسا کرسکتا۔ سوائے خان دوراں یا گلرو کے اور کسی سے اس قسم کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

یہاں پر خواب گاہ میں فون موجود تھا۔ ایسے مواقع پر فون ہی کی گھنٹی بجتی تھی اور سونے والا بیدار ہوجاتا تھا۔ بہرحال خانم سعدیہ نے دروازہ کھولا تھا اور خان کو راہداری میں کھڑے دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔

خان نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا اور ادھر اُدھر دیکھ کر جلدی سے خواب گاہ میں داخل ہوگیا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی ہی بار خانم سعدیہ نے اس کے چہرے پر خوفزدگی کے بھی آثار دیکھے تھے۔

''تم نے یہاں کوئی نیلے رنگ کی گلہری تو نہیں دیکھی تھی۔'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''نیلے رنگ کی گلہری خان۔'' سعدیہ کو ہنسی آ گئی تھی۔

''سنجیدگی سے یاد کرو۔''

''دیکھنا تو بڑی بات ہے پہلی بار کسی نیلی گلہری کے بارے میں سن رہی ہوں۔'' خانم سعدیہ کا جواب تھا۔

''خیال رکھنا۔''

''کیا تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔''

''اوہ..... میں سنجیدہ ہوں خانم۔''

''یک بیک یہ نیلی گلہری کہاں سے آ گئی؟''

''اوہ کچھ نہیں۔ بس خیال رکھنا۔ اگر دکھائی دے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔''

''اتنی رات گئے یہی پوچھنا چاہتے تھے؟''

''ہاں.....!'' اس نے کہا تھا اور تیزی سے باہر نکل گیا تھا۔ پھر دوسرے دن ملازموں سے نیلی گلہری کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔ ہر ایک کو ہدایت دی گئی تھی کہ نیلی گلہری پر نظر پڑتے ہی اسے فوری طور پر مطلع کیا جائے۔

بعض ملازموں نے تو باقاعدہ طور پر کسی نیلی گلہری کی تلاش بھی شروع کردی تھی۔

کئی دن تک نیلی گلہری کا چکر چلتا رہا تھا اور اسی دوران میں خان نے سختی سے حکم دیا تھا کہ فون پر کوئی کال محل کا کوئی فرد ریسیو نہ کرے۔ خان کے علاوہ کسی بھی انسٹرومنٹ کا ریسیور اور کوئی نہ اٹھا سکے گا..... خانم اور گلرو بھی اس سے مستثنیٰ نہیں تھیں۔

اور پھر خان نے ہر کمرے کے انسٹرومنٹ اٹھوا لئے تھے اور صرف اپنی خواب گاہ میں ایک انسٹرومنٹ رہنے دیا تھا۔

خانم سعدیہ وجہ پوچھتی تو پاگلوں کی طرح دھاڑنے لگتا تھا۔ ایک دن سب سے عجیب واقعہ پیش آیا۔ خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور پردہ بھی ایک جانب ہٹا ہوا تھا۔ خانم سعدیہ اُدھر سے گزری اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ خان دوراں اس کے افریقی طوطے سے فون پر کال کرا رہا تھا۔ اسے کال کرانا ہی کہیں گے۔ ریسیور کا ماؤتھ پیس طوطے کی چونچ کے قریب تھا اور طوطا وہی سب کچھ ٹیں ٹیں کئے جا رہا تھا جو اسے رٹا ہوا تھا۔

وہ دروازے کے سامنے ہی رک گئی۔ خاں دوراں کا انہماک اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ اسے اس کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوسکا۔ ادھر خان دوراں نے ریسیور کریڈل پر رکھا تھا ادھر وہ تیزی سے دوسری طرف کھسک گئی تھی۔

بہرحال خان دوراں کو اس کے بعد بھی وہاں اس کی موجودگی کا علم نہیں ہوسکا تھا۔ خانم سعدیہ وہاں نہیں ٹھہری تھی اور اس کی تشویش میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔

پھر اس نے بلا ہی بھیجا تھا اپنی بہن ڈاکٹر عالیہ کو۔

عالیہ جتنی خوبصورت تھی شاید اتنی ذہین بھی تھی۔ خان دوراں پر نہیں ظاہر ہونے دیا تھا کہ وہ کیوں آئی ہے۔ ویسے اس بار خان دوراں نے اس کا استقبال بڑی سردمہری سے کیا تھا۔ عالیہ کے اندازے کے مطابق اسے اس کی آمد ناگوار گزری تھی جس کا اظہار اس نے الفاظ میں تو نہیں کیا تھا لیکن اس کی آنکھیں چیخ چیخ کر کہتی رہی تھیں ''واپس جاؤ..... فی الحال میں یہاں کسی چوتھے فرد کو برداشت نہیں کرسکتا۔''

ڈاکٹر عالیہ نے دن بھر خان دوراں پر نظر رکھی تھی اور رات کو خانم سعدیہ سے بولی تھی۔

''تمہارا خیال غلط ہے آپا جان..... یہ ذہنی فتور نہیں بلکہ کوئی بڑی الجھن ہے اور وہ کسی قدر

خائف بھی ہیں۔''

''خوف اور خان دوراں۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔ نہیں..... نا قابل یقین..... انہیں کس کا خوف ہو سکتا ہے۔'' خانم سعدیہ نے پُرتشویش لہجے میں کہا تھا۔

جس رات خان دوراں نے خانم سے نیلی گلہری سے متعلق استفسار کیا تھا اس کے بعد پھر محل کی حدود سے باہر نہیں نکلا تھا۔ باہر جانا ہی ترک کر دیا تھا۔

گوشہ نشینی کی وجہ موسم کی شدت بھی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ خان دوراں باہر جانے کے سلسلے میں برف کو بھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ لیکن پھر ایک رات ایسا ہوا کہ ایک لمبی سی سیاہ گاڑی محل کی حدود میں داخل ہوئی تھی اور خان دوراں کہیں جانے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

کوئی نہیں جانتا تھا کہ گاڑی کہاں سے آئی تھی اور کس کی تھی۔

خان دوراں نے خانم کے بضد ہونے پر بھی اپنی زبان بند رکھی تھی۔ اس کا چہرہ اس وقت بالکل سپاٹ تھا کسی قسم کے بھی جذبات کا اظہار آنکھوں سے نہیں ہو رہا تھا۔ حالانکہ اس شام کو بھی وہ کئی افراد پر گرج برس چکا تھا۔

وہ اس گاڑی میں بیٹھ کر کہیں چلا گیا تھا اور پھر دوسری سہ پہر تک اس کی واپسی ہوئی تھی۔ چہرہ ستا ہوا تھا اور آنکھیں ویران سی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی نے سارے جسم کا خون نچوڑ لیا ہو۔ آیا تھا اور اپنی خواب گاہ میں بند ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

''تم نے دیکھا آپا جان.....!'' ڈاکٹر عالیہ نے خانم کو مخاطب کیا۔

''میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا..... پہلا موقع تھا کہ میں نے کسی اور کی گاڑی میں انہیں بیٹھتے دیکھا تھا۔'' خانم بولی تھی۔

''آخر کسی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے..... ہاں کیا بتایا تھا تم نے..... وہ نیلی گلہری۔''

''خدا ہی بہتر جانے۔ انہوں نے وضاحت نہیں کی تھی۔''

''اور طوطے سے کسی کو کال کرا رہے تھے۔''

''اس کی وجہ میں نے نہیں پوچھی تھی۔ بلکہ ظاہر بھی نہیں ہونے دیا تھا کہ میں نے انہیں ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا۔''

''میں پوچھوں۔''

''ہرگز نہیں.....نام بھی مت لینا۔انہیں پسند نہیں ہے کہ گھر والے انکی باتوں میں دخل دیں۔''

''تو پھر کیسے بات بنے گی۔''

''میرا خیال ہے کہ اب تم جاؤ.....میں سمجھی تھی کہ کسی ذہنی بیماری میں مبتلا ہو گئے ہیں لیکن تم اس سے متفق نہیں ہو، لہٰذا کچھ کیا بھی نہیں جا سکتا۔''

''ایسے حالات میں تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔ارے ہاں کہیں کوئی سیاسی چکر تو نہیں ہے۔''

''عرصہ ہوا سیاست سے کنارہ کش ہو چکے ہیں۔''

''پتا نہیں کتنے کنارہ کش ہو کر دوبارہ میدان میں آ گئے ہیں۔''

''میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔''

''پھر یہ معمہ کیسے حل ہو۔''

''میں نہیں جانتی.....جاؤ تم بھی آرام کرو۔''

برف باری ہو رہی تھی۔ حالانکہ ابھی رات کے دس ہی بجے تھے لیکن غزن سبزہ کی عمارات کی کھڑکیاں تاریک ہو گئی تھیں۔

زمرد محل کی بھی زیادہ تر کھڑکیاں تاریک ہی تھیں اور خانم سعدیہ گلرو اور ڈاکٹر عالیہ سمیت وسطی ہال میں آتشدان کے قریب بیٹھی ہوئی تھی۔ پورے محل میں یہی ایک ایسی جگہ تھی۔ جہاں ایئر کنڈیشنر نہیں لگائے گئے تھے۔ خانم سعدیہ ہی نے اس ہال کی روایتی حیثیت کو برقرار رکھنے کا مشورہ دیا تھا اور خان دوراں نے اس سے اختلاف بھی نہیں کیا تھا۔ عام حالات میں وہ ایک اچھا باپ اور ایک اچھا شوہر تھا۔کبھی کسی رشتہ دار کو اس سے کوئی شکایت نہیں ہوئی تھی۔غریب اعزہ کے ساتھ تو وہ اس طرح پیش آتا تھا جیسے وہی اس کے غمگسار ہوں.....لیکن ان دنوں گویا اس کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔زیادہ تر خاموش ہی رہنا چاہتا تھا۔ اگر کوئی بولنے پر مجبور کرتا تو اس طرح بھڑک اٹھتا جیسے اس نے کوئی بہت بڑی

بات کہہ دی ہو۔ اس وقت وہ اپنی خواب گاہ میں تھا۔ ورنہ عام حالات میں وہ بھی رات کے کھانے کے بعد اس ہال میں ضرور بیٹھتا تھا۔ خانم سعدیہ اور گلرو سے مختلف مسائل پر گفتگو ہوا کرتی اور قہوے کے دور چلتے۔

گلرو پندرہ سولہ سال کی ایک ذہین اور خوش سلیقہ لڑکی تھی۔ زیادہ تر وقت پڑھنے لکھنے میں گزارتی تھی اسرار وسراغ کی کتابوں سے اس کی الماریاں بھری ہوئی تھیں۔

خود اس نے ابھی تک اپنے باپ کی پریشان حالی پر اظہار خیال نہیں کیا تھا۔ ماں اور خالہ کی باتیں سنتی رہی تھی۔ دفعتاً وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کیا نیند آ رہی ہے.....!'' خانم نے پوچھا۔

''نہیں بابا کے پاس جا رہی ہوں۔ میں نے ابھی تک ان سے اس مسئلے پر بات نہیں کی۔''

''تم کیا بات کرو گی۔'' ڈاکٹر عالیہ نے سوال کیا۔

''یہی پوچھوں گی کہ خان دوراں کس سے خائف ہوسکتا ہے..... وہ جو پچھلی حکومت سے ٹکرا گیا تھا..... بھلا کس سے ڈر رہا ہے۔''

''نہیں بیٹھو.....!'' انہیں مزید پریشان نہ کرو۔ ہوسکتا ہے کوئی تجارتی مسئلہ ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی وجہ سے ان کی لعل کی کان..... تمہیں یاد ہوگا کہ پچھلی حکومت نے بھی اسے ہتھیا لینے کی کوشش کی تھی۔''

''موجودہ حکمرانوں سے تو ان کے تعلقات بہت اچھے ہیں۔ بابا ان کی ترقیاتی اسکیموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔''

''جاؤ..... سو جاؤ..... بعض مسائل بچوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔''

''گلرو نے سر کو جنبش دی تھی اور وہاں سے چلی آئی تھی۔ غالباً وہ دونوں ہی سمجھی ہوں گی کہ گلرو سیدھی اپنی خواب گاہ میں جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔ وہ خان کی خواب گاہ کے سامنے رکی تھی..... اور دروازے پر ہلکی سی دستک دے کر خاموش کھڑی رہی تھی۔

دروازہ کھلا تھا۔

''تم.....!'' خان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''مجھے اندر آنے دیجئے بابا۔''

''آؤ.....آؤ.....!'' وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔''تم ابھی تک سوئی نہیں۔''

''نیند نہیں آ رہی.....اور پھر آپ نے کتنے دنوں سے مجھے نظر انداز کر رکھا ہے۔ خیریت تک نہیں پوچھتے۔''

''مم.....میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے.....بیٹی.....بیٹھو۔'' اس نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

''شکریہ بابا.....!''

خان دوراں اسے خاموشی سے دیکھے جا رہا تھا۔ دفعتاً گلرو بولی۔''آپ اس علاقے کے سب سے زیادہ طاقتور سردار ہیں۔''

''زبان سے کہنے کی کیا ضرورت ہے بیٹی۔''

''آپ کو کوئی کاروباری پریشانی بھی نہیں ہو سکتی۔''

''کیا اب تم مجھے پریشان کرو گی گلرو.....!''

''نہیں بابا.....صرف یہ یاد دلاؤں گی کہ آپ عظیم ترین خانوں کے وارث ہیں۔''

''مم.....میں نہیں سمجھا۔''

''ان عظیم خانوں کی اولاد ہیں جنہوں نے دشمن کی توپوں کے دہانوں میں ہاتھ ڈال ڈال کر انہیں الٹ دیا تھا۔''

''کیا کہنا چاہتی ہے لڑکی۔''

''میں تصور بھی نہیں کر سکتی کہ میرا باپ ایک چور کے آگے گھٹنے ٹیک دے گا۔''

''گلرو.....گلرو.....!''

''بلیک میلر..... چور ہی ہوتے ہیں بابا.....اگر کوئی دم خم والا ہو تو چھین لیتا ہے..... دھمکیاں نہیں دیتا.....دھمکیاں چوٹے دیتے ہیں۔''

''تت.....تو کیا جانے گلرو۔''

''خان دوراں کی بیٹی اتنی سی بھی سوجھ بوجھ نہ رکھتی ہو تو اس پر تف ہے۔''

''خداوندا.....!''

''اتنا ڈرپوک ہے کہ اس نے دوسرے کمروں کے انسٹرومنٹس اٹھوا لئے ہیں۔ صرف آپ کی خواب گاہ میں رہنے دیا ہے تاکہ اس کی گفتگو اور کوئی نہ سن سکے۔''

''خاموش ہو جاؤ..... خاموش ہو جاؤ۔''

ٹھیک اسی وقت دروازے پر زور دار دستک ہوئی تھی۔ خان نے جھپٹ کر دروازہ کھولا۔ خانم سعدیہ اور عالیہ کھڑی ہانپ رہی تھیں۔

''کیا بات ہے؟''

''فائر کی آوازیں..... دو فائر ہوئے ہیں۔ محل کے شمالی حصے کی طرف سے آوازیں آئی تھیں۔'' خانم سعدیہ نے کہا۔

''کب.....!''

''ابھی..... ابھی..... اوہ..... گلرو..... تم یہاں کیا کر رہی ہو.....؟''

''کسی پہرے دار نے چلائی ہوگی..... کیا برف باری بند ہوگئی۔''

''کیوں چلائی ہوگی۔'' عالیہ بولی۔

''کبھی کبھی کوئی بھولا بھٹکا بھیڑیا آنکلتا ہے..... برف باری کے بعد۔''

''وہ سنئے..... پہرے دار سیٹیاں بجا رہے ہیں۔'' خانم سعدیہ انگلی اٹھا کر بولی۔

''ٹھہرو..... میں دیکھتا ہوں۔''

''کہاں جایئے گا۔''

''آؤٹ ہاؤز کی طرف..... ادھر ہی سے تو آوازیں آئی تھیں۔''

''جانے کی کیا ضرورت ہے۔ پھاٹک پر فون کر کے دربان سے پوچھئے۔''

''وہاں بھی اب انسٹرومنٹ نہیں ہے۔'' خان نے پرسکون لہجے میں کہا۔

''خدا جانے کیا ہو رہا ہے۔''

خان دوراں نے گلرو کی طرف اس طرح دیکھا تھا جیسے راز داری کی تاکید کر رہا ہو۔ گلرو نے سر کو جنبش دی تھی۔

خان دوراں آگے بڑھتا چلا گیا۔

''ریوالور تو لیتے جایئے۔'' خانم نے پکار کر کہا۔

''ضرورت نہیں۔'' خان دوراں کی پرشکوہ آواز راہداری میں گونجی تھی۔

دونوں بہنوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

''کمال ہے۔'' بالآخر عالیہ بولی تھی۔''اس وقت تو بالکل ٹھیک ہیں۔''

خانم سعدیہ نے گلرو کی طرف دیکھا جسکے ہونٹوں پر شریری سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

''کیا باتیں ہوئی تھیں۔'' خانم نے پوچھا۔

''کوئی خاص بات نہیں ہے۔ آپ کا خیال درست تھا۔ کاروباری الجھنیں..... ایک سرکاری آدمی لعل کی کان میں دلچسپی لے رہا ہے کہتا ہے لیز منسوخ کرادے گا۔''

''میں نہ کہتی تھی۔'' خانم سعدیہ نے ڈاکٹر عالیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مجھے یقین نہیں آتا۔''

''بے یقینی کا کوئی علاج نہیں خالہ جان۔'' گلرو نے کہا تھا اور خوابگاہ سے نکلی چلی گئی تھی۔

خان دوراں نے باہر پہنچ کر کئی پہرہ داروں کے نام لے کر آوازیں دی تھیں۔ برف باری تھم چکی تھی۔ تاریک آسمان اور اجلی اجلی زمین کے امتزاج نے کچھ عجیب پراسراری فضا کی تشکیل کر دی تھی۔

خان دوراں دور دور تک دیکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ شاید ایک پہرے دار تک اس کی آوازیں پہنچ گئی تھیں اور وہ دوڑا آیا تھا۔

''کیا بات تھی؟'' خان دوراں نے پوچھا۔

''کسی نے محل کی حدود میں فائر کئے تھے!''

''کس نے.....!''

''جی ہم میں سے کسی نے نہیں کئے۔''

''کدھر سے آواز آئی تھی۔''

''ایک شمال کی طرف سے اور دوسری مشرق کی طرف سے۔''

''مغرب کی طرف کون ہے؟''

''وہ سب اُدھر ہی چلے گئے۔''

''احمقانہ حرکت.....انہوں نے اپنی جگہ کیوں چھوڑی.....شمال اور مشرق والے خود ہی دیکھ لیتے۔''

''اب میں کیا عرض کروں حضور.....میں تو جہاں تھا وہیں ہوں۔''

''مجھے مطلع کیا جائے۔'' کہہ کر وہ مڑا ہی تھا کہ پورا محل تاریک ہوگیا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔'' خان دھاڑا تھا۔''پہرے دار تم یہیں ٹھہرو۔''

''بہت بہتر حضور۔''

اندر کے ملازمین نے شور مچا دیا تھا۔

''خاموش رہو۔'' خان دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔''پیٹرومیکس روشن کرو۔''

''جلدی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔'' قریب سے کوئی آہستہ سے بولا۔

''کون ہے.....؟'' خان چونک کر رک گیا۔

''وہی جسے تمہارے طوطے نے آواز دی تھی۔''

''کمال.....!'' خان دوراں اچھل پڑا۔

''آہستہ.... پہلے میرا انتظام کردو....پھر مین سوئچ آن کرادینا....اندھیرا میں نے کیا تھا۔''

''اپنا ہاتھ ادھر لاؤ۔''

خان دوراں اندھیرے ہی میں اسے ایک کمرے تک لایا تھا۔

''یہیں ٹھہرو.....میں ابھی آیا۔''

کمرے کا دروازہ بند کر کے وہ پھر باہر آیا تھا۔اس پہرے دار کو آواز دی جس سے کچھ دیر قبل گفتگو کرتا رہا تھا۔اس سے اس کی ٹارچ طلب کی اور دوبارہ اسی کمرے کی طرف پلٹ آیا جہاں نووارد کو چھوڑا تھا۔

''آؤ.....!'' وہ دروازہ کھولتا ہوا بولا۔ ''چپ چاپ چلے آؤ.....میں نہیں چاہتا کہ یہاں کسی کو تمہاری موجودگی کا علم ہو۔''

تھوڑی دیر بعد وہ رکے تھے۔ ٹارچ کی روشنی میں ایک دروازے کے قفل میں کنجی ڈالی گئی تھی اور پھر وہ کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

''یہ بڑی اچھی بات ہے کہ وہ سب اندھیرے میں ہیں۔'' خان بڑبڑایا۔

''تمہارے پہرے دار خاصے چوکس رہتے ہیں۔ کوئی تدبیر کارگر نہ ہونے پر ہی میں نے فائر کئے تھے۔'' نووارد نے کہا۔

''احمق ہیں.....اپنی جگہیں چھوڑ بھاگے تھے۔''

''مجھے یقین تھا کہ وہ یہی کریں گے۔''

''اوہ.....کمال.....مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم آگئے ہو۔''

''آخر قصہ کیا ہے؟''

''اطمینان سے بتاؤں گا..... پہلے روشنی.....تم یہیں ٹھہرو۔''

خان دوراں نے باہر نکل کر دروازہ مقفل کردیا تھا اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد محل دوبارہ روشن ہوگیا۔

چاروں اطراف کے پہرے دار طلب کرلئے گئے تھے۔ خان کے سامنے انکی پیشی ہوئی۔

''میں نے فائر کرائے تھے۔'' وہ دھاڑنے لگا۔ ''دیکھنا چاہتا تھا کہ تم لوگ کتنے عقلمند ہو۔ سب کے سب اپنی جگہیں چھوڑ بھاگے.....دفع ہوجاؤ.....آئندہ ایسی غلطی نہ ہو۔''

وہ چپ چاپ چلے گئے۔ خانم سعدیہ نے بھی خان کی دھاڑ سنی تھی اور متحیر تھی کہ اس نے اس سے غلط بیانی کی تھی یا پہرے داروں سے جھوٹ بولا۔

''تم تو اپنی خواب گاہ میں تھے۔ فائر کی اطلاع میں نے دی تھی تمہیں۔'' اس نے خان سے کہا۔

''میں نے خود نہیں کئے تھے فائر.....کرائے تھے۔''

''تو پھر مجھے اسی وقت کیوں نہیں بتا دیا تھا۔''

''ضرورت نہیں سمجھی تھی۔'' خان غراتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

''اب شاید میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔'' خانم نے ہتھیلیوں سے اپنی کنپٹیاں دباتے ہوئے کہا۔

''اوہ..... کیوں پریشان ہوتی ہو۔'' عالیہ اس کا شانہ تھپک کر بولی۔

''تم دیکھ رہی ہو۔''

''مرد کبھی اپنے خاص معاملات تفصیل سے عورتوں کو نہیں بتاتے۔''

''یہ مرد کم از کم میرے لئے ایسا نہیں تھا۔''

''بعض حالات مجبور کر دیتے ہیں۔ چلو واپس چلو۔ اپنی خواب گاہ میں .....!''

خان پھر اسی کمرے میں واپس آ گیا تھا۔

''مجھے یقین تھا۔'' اس نے نووارد سے کہا۔ ''تم ضرور آؤ گے اور اسی راز داری سے آؤ گے۔ اگر تم نے طوطے والی کال ریسیو کر لی۔''

''لیکن مجھے حیرت ہے۔''

''ہونی ہی چاہئے..... کوئی بھی نہیں سوچ سکتا کہ میں کبھی اتنا بے بس ہو جاؤں گا۔ میری کالیں ٹیپ کی جاتی ہیں۔ چوری چھپے نہیں..... بلکہ وارننگ دے کر کہ اگر میں نے اپنے کسی حمایتی کو اپنے حالات سے آگاہ کرنے کی کوشش کی تو بُرا نتیجہ سامنے آئے گا۔''

''تم جانتے ہو کہ وہ کون ہے؟''

''میں اسے جانتا ہوں۔''

''اور اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔'' نووارد کے لہجے میں حیرت تھی۔

''یہی بات ہے۔''

''اور وہ تمہارے ہی علاقے میں ہے۔''

''کمال میں بے بس ہو گیا ہوں۔ ہاں وہ میرے ہی علاقے کا ایک بڑا سرکاری آفیسر ہے۔''

''حیرت ہے تم تو ایک سابق سربراہ مملکت سے ٹکرا گئے تھے۔''

''میں بے بس ہو گیا ہوں کمال..... اور بے بسی کی وجہ کسی کو بتا بھی نہیں سکتا۔''

''مجھے بھی نہیں۔''

''سوچتا ہوں کہ تم بھی ایک سرکاری ہی آفیسر ہو۔''

''پھر مجھ سے اس طرح رابطہ قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ظاہر ہے کہ تمہاری پریشانی کی اصل وجہ معلوم کئے بغیر میں کچھ نہ کرسکوں گا۔''

''بتادوں گا..... اور اس یقین کے ساتھ کہ تم اسے باور بھی کرلو گے۔ میری پوزیشن بہت نازک ہوگئی ہے۔''

''خیر..... اس کا فیصلہ تم خود کرو گے۔ میں تمہیں مجبور نہیں کرسکتا۔ ویسے نیلی گلہری کا کیا قصہ تھا۔''

''اس طرح میں نے ان پر ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ میرا ذہن متوازن نہیں رہا۔''

''یعنی تم ان کا مطالبہ پورا کرنے یا ان کی بات سمجھنے کے قابل نہیں رہے۔''

''تم ٹھیک سمجھے۔ میں نے یہی چاہا تھا کہ اسی طرح ان کی زبردستیوں سے بچ جاؤں لیکن یہ چال کامیاب نہ ہوسکی۔''

''یعنی ان کی طرف سے کسی قسم کا دباؤ پڑنے کے بعد ہی تم نے نیلی گلہری والا اسٹنٹ بنایا ہوگا۔''

''ظاہر ہے.....!''

''بس تو پھر سامنے کی بات ہے کہ وہ اس پر یقین نہ کرسکے ہوں گے۔''

''بہرحال یہ بات محل سے نکل کر باہر مشہور ہوئی تھی۔''

''اور ان لوگوں کے علاوہ پورے غزن سبزہ کو یقین آ گیا ہوگا کہ تمہارا ذہنی توازن بگڑ گیا ہے۔''

''یہی ہوا ہے..... دن بھر خیریت دریافت کرنے کے لئے کالیں آتی رہتی ہیں۔''

''اور وہ لوگ بھی بات کو آگے بڑھانے کے لئے فون ہی استعمال کرتے ہوں گے۔''

''ہاں..... اور اسی لئے میں نے سارے انسٹرومنٹ ہٹالئے ہیں۔ صرف ایک اپنی خوابگاہ میں رکھا ہے۔ بڑی دشواری میں پڑ گیا ہوں کمال..... ٹگرو نے معاملے کو بھانپ لیا ہے۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ کوئی آپ کو بلیک میل کرنے کی کوشش کررہا ہے۔''

''ذہین لڑکی ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ جاسوسی ناول کثرت سے پڑھتی ہے۔''

''وہ مجھے حوصلہ دلا رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ بلیک میلر چور ہوتا ہے اور یہ بڑی گھٹیا بات ہے۔ کہ کسی چور کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے جائیں۔''

''تو وہ سرکاری آفیسر تمہیں بلیک میل کر رہا ہے۔''

''ہاں..... وہ دستاویزات اسی کے قبضے میں ہیں جس کی بناء پر وہ شیر ہو رہا ہے۔''

''کیا سچ مچ تم کسی جرم میں ملوث رہے ہو۔''

''ہرگز نہیں..... اور اس دستاویز کا مقصد وہ نہیں تھا جو اب بنایا گیا ہے۔ لیکن میری بات پر کسی کو بھی یقین نہیں آئے گا۔''

''اس کا مطالبہ کیا ہے؟''

''لعل کی کان کے ایک حصے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے..... لعل کے لئے نہیں بلکہ کچھ اور چکر ہے اس میں۔''

''کیا چکر ہے۔''

''پوری طرح نہیں سمجھ سکا۔ یہ تم دیکھو گے کہ کیا چکر ہے۔ ویسے میں تمہیں بتا دونگا کہ وہ کان کے جس حصے پر اپنا عمل دخل چاہتا ہے وہاں کچھ بھی نہیں ہے۔ بیکار پتھروں کے علاوہ۔''

''کان کا نقشہ فراہم کر سکو گے؟''

''کیوں نہیں.....!''

''اب اس آفیسر کا نام بتا دو۔''

''ایڈمنسٹریٹر ڈبلیو خان۔''

''اوہو..... تب تو سوچنا پڑے گا۔''

''کیا سوچنا پڑے گا۔''

''میں ہر ایک کی حیثیت اور اس کے جملہ کوائف سے بخوبی واقف ہوں۔ بہر حال کان کے محل وقوع سے آگاہی کے بعد ہی میں تمہیں کوئی مشورہ دے سکوں گا۔''

''نقشہ صبح تمہیں مل جائے گا۔''

''اور تمہاری بدحواسیاں بھی بدستور جاری رہیں گی..... نیلی گلہری کی تلاش جاری رکھو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''اگر تم مطمئن نظر آئے تو کھیل بگڑ جائے گا۔ پھر وہ اصل کام چھوڑ کر یہ معلوم کرنے کی فکر میں پڑ جائے گا کہ تم اچانک مطمئن کیوں نظر آنے لگے ہو۔''

''ٹھیک کہتے ہو۔''

دیوؤں کا ٹکراؤ

''کاراس کا جزیرہ۔'' حمید پُرتفکر لہجے میں بولا۔ ''دراصل ایک شخص کی نجی ملکیت تھا۔ کاراس نے اسے خرید لیا ہے۔''

''اور یہ کاراس کہاں سے وارد ہوا ہے۔'' نیلم نے سوال کیا۔

''مشرق وسطیٰ کے ایک ملک کے باشندے کی حیثیت سے اس نے یہاں کی شہریت حاصل کی ہے..... لیکن مجھے اس میں شبہ ہے۔''

''کس بات کا شبہ ہے۔''

''یورپ یا امریکہ میں بسے ہوئے سیاہ فاموں میں سے لگتا ہے۔''

''تو پھر ٹوری بیڈسٹر کا کیا ہوا؟''

''وہ کاراس کے جزیرے میں نہیں دکھائی دیا! اس نام کا کوئی کاراس کا مہمان بھی نہیں ہوا۔''

''کیا آپ نے براہِ راست کاراس سے یہ معلومات حاصل کی ہیں۔''

''نہیں..... اس کے ملازمین کو ٹٹولتا رہا ہوں۔''

''میرا تو خیال یہ ہے کہ اب میں ریٹا ہی سے اگلوانے کی کوشش کروں۔'' نیلم نے کہا۔

''اس کی کیا صورت ہوگی؟''

''براہِ راست..... تھرڈ ڈگری۔''

''کرمنالوجی میں ڈاکٹریٹ لینے کے بعد تو رنگروٹوں جیسی گفتگو نہ کرو۔''

''پھر میں کیا کروں؟''

''تم سے کچھ کرنے کو تو نہیں کہا جارہا۔ ریٹا سے متعلق کرنل کی خصوصی ہدایت یہ ہے کہ اسے قطعی نہ چھیڑا جائے۔ یہی باور کرانے کی کوشش کی جائے کہ اسکے بھائی کی تلاش جاری ہے۔''

''لو.....وہ آ گئی.....اب تو اس کی آواز سن کر بھی ہڈیاں سلگنے لگی ہیں۔'' نیلم نے سر جھکا کر آہستہ سے کہا تھا۔

ریٹا پھول کی طرح کھلی ہوئی وہاں پہنچی تھی اور چہکنے لگی تھی۔

''آج کیا پروگرام ہے کیپٹن.....!''

''آج ہم اس دیو کے مہمان ہیں۔ اسی کے گھر چلنا ہے۔''

''میں اسے دیکھ کر نروس ہو جاتی ہوں۔''

''بے ضرر آدمی ہے۔''

''تم نے اس کے بارے میں جو کہانیاں سنائی تھیں۔''

''پچاس فیصد فکشن تھیں۔ وہ اپنے بارے میں مبالغہ آرائی پسند کرتا ہے۔ ویسے تم اس کی بیوی کو بھی دیکھ کر حیران رہ جاؤ گی۔''

بات قاسم کی ہو رہی تھی.....پچھلی شام حمید سے اس کی صلح ہوگئی تھی۔ اس خوشی میں اس نے انہیں مدعو کر دیا تھا۔

''اور ہاں.....ایک بات اور.....کرنل کی ہدایت کے مطابق اب تم برقعے میں نہیں نکلو گی۔ تمہارے بھائی کی تلاش جاری ہے.....کیا تم نے آج کا کوئی اخبار دیکھا۔''

''نہیں۔''

''تم سے متعلق ایک فیچر شائع ہوا ہے۔''

''نہیں.....!'' وہ یک بیک کچھ خوفزدہ سی نظر آنے لگی۔

''نیلم اخبار لاؤ.....!'' حمید نے کہا۔

نیلم وہاں سے چلی گئی تھی۔ حمید نے ریٹا سے کہا۔ ''تم مجھ سے اس کے بارے میں کچھ مت پوچھنا۔ میں نہیں جانتا کہ اخبار والوں کو تمہاری تصاویر کہاں سے ملیں.....اور کب کسی نیوز سروس کے نمائندے نے تمہارا انٹرویو لیا۔''

''انٹرویو بھی ہے۔'' وہ اچھل پڑی۔

''ہاں.....!''

''کب.....کس نے انٹرویو لیا میرا۔''

''تم ہی بتا سکو گی۔''

''تم لوگوں کے ساتھ ہی رہی ہوں۔''

نیلم اخبار لائی تھی اور ریٹا کے حوالے کر دیا تھا۔ وہ اپنا انٹرویو دیکھ کر زرد پڑ گئی تھی۔

دفعتاً حمید نے قہقہہ لگایا اور وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

''اب دیکھتا ہوں کہ تمہارے بھائی کا سراغ کیسے نہیں ملتا۔''

''مم.....میں نہیں سمجھی۔''

''کیا وہ تمہیں تلاش کر کے تمہاری آمد کی غرض و غایت معلوم کرنیکی کوشش نہیں کریگا۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ انٹرویو کرنل ہی کی اختراع ہے۔''

''خدا جانے.....؟''

''وہ ہیں کہاں.....؟''

''یہ تو نیلم کو بھی نہیں بتایا جاسکتا۔''

''میں سمجھتی ہوں۔ انہیں احتیاط برتنی چاہئے۔ لیکن یہ تو دیکھو انٹرویو میں کہیں بھی میرے موجودہ پتے کی طرف اشارہ نہیں ہے۔ آخر میرا بھائی مجھے کہاں تلاش کرے گا۔''

''اس نیوز سروس سے ضرور رابطہ قائم کرے گا جس کے توسط سے یہ انٹرویو اخبارات تک پہنچا ہے۔''

''مجھے اس میں شبہ ہے۔ اسے قطعی پرواہ نہ ہوگی۔''

''بڑی عجیب بات ہے!''

''تمہیں ہماری خاندانی زندگی کے بارے میں شاید کچھ بھی نہیں معلوم.....اسے ذرہ برابر بھی تشویش نہیں ہوگی کہ میں یہاں کیوں آئی ہوں۔''

''خیر.....ختم کرو.....دیکھا جائے گا۔ قاسم کے یہاں لنچ کر کے تفریح کیلئے نکلیں گے۔''

قاسم نے بڑے والہانہ انداز میں ان کی پذیرائی کی تھی۔ اس کی بیوی بھی موجود تھی۔ بڑی خوش اخلاقی سے نیلم اور ریٹا ملی۔ نیلم کے بارے میں اسے معلوم تھا۔

ریٹا سچ مچ اس دھان پان سی عورت کو دیکھ کر متحیر رہ گئی تھی۔

''یقین نہیں آتا.....!'' اس نے آہستہ سے نیلم سے کہا تھا۔ ''شاید اس کے خوف ہی سے دبلی ہوتی جارہی ہے۔''

لنچ کے بعد حمید نے قاسم سے کہا۔ ''اب یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ ان مہمانوں کو اچھی طرح انٹرٹین کرو۔''

''جیسے تم قہو.....!''

''خدارا حمید بھائی ذلیل نہ کرایئے گا۔'' قاسم کی بیوی آہستہ سے بولی۔

''تم غلط سمجھیں..... مجھے فرصت نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج تم لوگ ریٹا کو تاریخی عمارات دکھاؤ۔''

''ضرور.....ضرور..... بڑی خوشی سے مگر اس کے لئے ان حضرت کی کیا ضرورت ہے۔ میں اور نیلم ہی کافی ہوں گی۔''

''تم قیا جانو کہ تاریخی عمارتیں کہاں ہیں؟'' قاسم بول پڑا۔

''میں جانتی ہوں.....تمہاری دخل اندازی کی ضرورت نہیں۔''

قاسم نے آنکھیں نکالی ہی تھیں کہ حمید اس کی کمر تھپکتا ہوا بولا۔ ''جانے دو.....ہم تم ایک ضروری کام انجام دیں گے۔''

''ٹھینگا انجام دیں گے۔''

''ادھر تو آؤ.....!'' وہ اسے الگ لے جاتا ہوا بولا۔ ''ہماری تفریح یادگار تفریح ثابت ہوگی۔''

''یعنی ہم دونوں اقیلے.....!''

''ان لوگوں کے ساتھ کیا تفریح ہو سکے گی۔''

''کدھر چلو گے۔''

''ایک جزیرے میں۔ عیش ہی عیش۔''

''دھوکا نہ دینا۔'' قاسم آنکھیں ٹیڑھی کر کے بولا۔

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

ان کی روانگی کے وقت نیلم حمید کے قریب آئی تھی اور آہستہ سے بولی تھی۔ ''کیا یہ سب ہوگا؟ اگر تم مصروف ہو تو ضروری نہیں کہ ہم آج تفریح کے لئے جائیں۔''

''کیا مناسب نہ ہوگا؟ عورتوں کی سی باتیں نہ کرو کیا تم اپنی حفاظت نہیں کر سکتیں.....!''

''میرا یہ مطلب نہیں تھا..... ہم دونوں تنہا بھی شہر کا چکر لگا سکتے ہیں۔ قاسم کی بیوی کے ساتھ کیوں؟''

''وہ تو میں نے یونہی کہہ دیا تھا۔''

''اچھی بات ہے تو ہم دونوں کچھ دیر یہاں ٹھہریں گے اور پھر میں طبیعت کی خرابی کا بہانہ کر کے تفریح ملتوی کر دوں گی۔''

''تمہاری مرضی.....!''

''لیکن تم اس کے ساتھ کہاں جاؤ گی۔''

''میری ایک اسکیم ہے۔ قاسم ضروری ہوگا اس کے لئے۔''

''تم جانو.....!''

پھر قاسم اور حمید نکل کھڑے ہوئے تھے۔

ٹوری بیڈسٹر غصے میں اپنی ہی بوٹیاں نوچتا رہتا تھا۔ کاراس نے اس کی ڈاڑھی اور نچھوں کا صفایا کرا دیا تھا۔ لمبے لمبے گھونگھریالے بال کروکٹ میں تبدیل ہو چکے تھے اور سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ وہ تاریک شیشوں کی عینک کسی وقت نہ اتارے..... مراد یہ تھی کہ کسی کے سامنے نہ اتارے۔

کالے درندے کی چیرہ دستیاں اسے ہر وقت ابلتے رہنے پر مجبور رکھتی تھیں۔ یہاں سے اپنے علاوہ اور کوئی سفید فام نظر نہیں آتا تھا۔ وہ جو اسے یہاں تک لایا تھا پھر نہیں دکھائی

دیا تھا۔ ہوسکتا ہے اس کا تعلق جزیرے ہی سے نہ رہا ہو۔ یہاں کاراس کے لئے کام کر۔ والوں میں سارے کے سارے ہی مشرق بعید کے ممالک کے باشندے معلوم ہوتے تھے ان میں ایک بھی مقامی یا سفید فام آدمی نہیں تھا۔ سفید فام تو کاراس کے تلوے چاٹنے آ تھے۔ ان میں سے کچھ تو مفلس تھے اور کچھ دولت مند ہونے کے باوجود بھی کاراس کے رحم کرم پر تھے کیونکہ ان کے مخصوص نشے کاراس کے علاوہ اور کسی کے پاس سے حاصل نہیں جاسکتے تھے۔

ٹوری بیڈسٹر نے تہیہ کرلیا تھا کہ جب بھی موقع مل گیا کاراس کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

اس وقت کاراس نے اسے نہ جانے کیوں اپنے کمرے میں طلب کیا تھا اور وہ سوچ ر تھا کہ کم از کم اس سے یہ ضرور پوچھے گا کہ یہاں اس کا مصرف کیا ہے۔ کیوں بھیجا گیا یہاں.....؟

اس نے دستک دے کر دروازہ کھولا تھا..... کاراس سامنے ہی نظر آیا۔ لیکن تنہا نہ تھا۔ ایک سفید فام لڑکی بھی تھی جس کی عمر بیس اکیس سال سے زیادہ نہ رہی ہوگی۔ توانا ا تندرست تھی۔ آنکھیں بڑی جاندار تھیں۔

کاراس نے لڑکی کے قریب ہی والی کرسی کی طرف اشارہ کیا تھا۔

ٹوری خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اس کے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے سے پیوست تھے۔

کاراس نے سامنے پڑے ہوئے اخبار کو اس کی طرف اچھالتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا اس لڑکی کو جانتے ہو۔''

ٹوری نے بغور اس لڑکی کے مختلف پوزز کا جائزہ لیا تھا اور ادھر اُدھر سے مضمون کے کچھ حصے پڑھے تھے جو اسی لڑکی سے متعلق تھا۔

''نہیں! میں نہیں جانتا۔'' اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

''نام سنا ہے کبھی.....!''

''نہیں..... نام بھی میرے لئے نیا ہے۔''

''میں نے سوچا شائد سیاحوں کی اسی ٹولی میں شامل رہی ہو جس میں تم تھے۔''

''اگر رہی بھی ہو تو میں نے توجہ نہیں دی تھی۔''

''اچھا تو اب تم تیار ہو جاؤ۔'' کاراس اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''کس بات کے لئے۔''

''تمہیں آگے سفر کرنا ہے۔ یہ رہے تمہارے نئے کاغذات جن کی رو سے اب تمہارا نام فرینک بوائڈ ہے..... اور یہ۔'' کاراس نے لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ''مسز فرینک بوائڈ۔''

ٹوری نے کاراس کو گھورتے ہوئے آہستہ سے اس کا ہاتھ شانے سے ہٹا دیا تھا۔

''اس کا نام جولیا ہے..... جولیا فرینک بوائڈ سمجھ لو۔''

''مگر کیوں.....؟'' ٹوری کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔

''کیا تم سچ مچ سیاحت کے لئے بھیجے گئے ہو۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔''

''تمہیں شمال کی طرف سفر کرنا ہے۔ جولیا تمہاری رہنمائی کرے گی اور تمہیں تمہاری حیثیت سے بھی آگاہ کر دے گی۔''

کب روانہ ہونا ہے؟''

''ایک گھنٹے بعد لانچ تم دونوں کو شہر کے ساحل کی طرف لے جائے گی۔''

''اس کے بعد.....!''

''بکواس مت کرو..... لانچ سے اترنے پر سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔''

ٹھیک اسی وقت دیوار سے لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بلب جلدی جلدی جلنے بجھنے لگا تھا۔

''اوہ..... جھگڑا.....!'' کاراس اٹھتا ہوا غرایا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا تھا۔ ٹوری اور جولیا اس کے پیچھے تھے۔

ہال میں بھگدڑ نظر آئی..... کاراس جانتا تھا کہ اسے کہاں پہنچنا ہے۔ یہ ہال قمار بازی کے لئے مخصوص تھا۔ مختلف اقسام کا جوا یہاں ہوتا تھا لیکن اس وقت تو کچھ اور ہو رہا تھا جس نے کاراس جیسے آدمی کو بھی ٹھٹھک جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس سے بھی

زیادہ لحیم شحیم ایک آدمی نے کرسی سمیت کسی دوسرے آدمی کو اپنے سر سے اونچا اٹھا رکھا ہے اور مسلسل دھاڑے جا رہا ہے۔ ''اس بے ایمان کو میں کہاں پھینکوں۔''

تھا تو مقامی ہی آدمی لیکن بار بار یہی جملہ انگریزی میں دہرا رہا تھا۔

ٹوری نے کاراس کی طرف دیکھا جس کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ بالآخر اس نے اسکی دھاڑ سنی تھی۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔''

''تیرے ہی سر پر پٹخ دوں گا اگر پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔'' دوسرے دیو نے اسے براہِ راست للکارا تھا۔

ٹوری نے اس آدمی کو پہچان لیا جو کرسی سمیت اس دیوزاد کے ہاتھوں پر اٹھا ہوا تھا۔ یہ قمار خانے کا ہی ایک ملازم تھا۔ پتے بانٹتا تھا اور شاید اول درجے کا شارپر بھی تھا۔

''آدمیوں کی طرح بات کرو۔'' کاراس پھر دھاڑا۔ ''اسے نیچے اتار دو۔''

''بے ایمانی ہوتی ہے اس قمار خانے میں۔ اس کو تو ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میری خاصی بڑی رقم اینٹھ لی ہے اس نے۔''

''اگر تم ایسا سمجھتے ہو تو اطمینان سے بات کرو..... تمہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی جائے گی۔'' اس بار اس کا لہجہ نرم تھا۔

''بے ایمانی سے جیتی ہوئی رقم کے علاوہ مجھے اور کچھ نہیں چاہئے۔''

''اگر تم ثابت کر سکو تو یہ بھی ہو جائے گا۔''

دیوزاد نے بڑی احتیاط سے کرسی فرش پر رکھ دی اور وہ آدمی گرتا پڑتا ایک طرف بھاگنے لگا۔

''ٹھہر جاؤ۔'' کاراس نے اسے للکارا اور وہ رک گیا۔

پھر کاراس نے دونوں ہاتھ ہلا ہلا کر گاہکوں سے کہنا شروع کیا تھا۔ ''خواتین و حضرات آپ تشریف رکھئے۔ کبھی کبھی اس قسم کی غلط فہمیاں بھی ہو جایا کرتی ہیں اور آپ جناب عالی میرے ساتھ تشریف لائیے۔''

لیکن دیوزاد جہاں تھا وہیں کھڑا اسے گھورتا رہا۔

''آیئے نا.....!'' کاراس ہاتھ ہلا کر بولا۔

''ہم کہیں نہ جائیں گے۔'' اس کی قریب کھڑے ہوئے دوسرے آدمی نے کہا۔ ''جہاں بے ایمانی ہوئی ہے وہیں بات بھی ہوگی۔''

کاراس کی نظر اس پر پڑی تھی۔

ٹوری نے اس کو چونکتے دیکھا۔ پھر اس کی نظر اسی آدمی پر جمی رہ گئی تھی۔ ٹوری محسوس کر رہا تھا جیسے وہ اسے وہاں دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ متحیر ہوا ہو جتنا اپنے مدمقابل دیوزاد کو بھی دیکھ کر نہیں ہوا تھا۔

کاراس نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچھ سوچتا رہا پھر بولا تھا۔ ''کیپٹن..... میں تمہیں کھا تو نہیں جاؤں گا۔''

''تم علیحدگی میں معافی مانگ لو گے اور میرا دوست بھرے مجمعے میں لوٹا گیا ہے۔''

''میں معافی نہیں مانگوں گا۔'' کاراس غرایا۔ ''اگر بے ایمانی ثابت کر سکے تو رقم واپس کر دوں گا۔''

پھر وہ تیزی سے ٹوری کی طرف مڑ کر آہستہ سے بولا تھا۔ ''تم دونوں یہاں سے چلے جاؤ۔'' انداز ایسا ہی تھا کہ وہ پھر یہاں نہیں رک سکے تھے۔ ویسے ٹوری ان دونوں دیوؤں کا ٹکراؤ دیکھنا چاہتا تھا۔ لڑکی نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور ایک طرف چل پڑی تھی۔

''کیوں نہ ہم کاراس ہی کے آفس میں چلیں۔'' ٹوری بولا۔

''ہرگز نہیں! ہمیں مجمعے سے دور رہنا چاہئے اور پھر باس کا مطلب بھی یہی تھا کہ ہم اس کے کمرے میں واپس نہ جائیں۔''

جولیا اسے جس کمرے میں لائی تھی وہ شاید اسی کی خواب گاہ تھی۔

''کیا پیو گے۔'' اس نے پہلا سوال کیا تھا۔

''جو کچھ بھی مل جائے..... شراب کے معاملے میں کوئی مخصوص ٹیسٹ نہیں رکھتا۔ ہفتوں نہیں پیتا..... پینے پر آؤں تو پیتا ہی چلا جاتا ہوں۔''

''میرے شوہر کی حیثیت سے تمہیں کسی قدر باقاعدگی برداشت کرنی پڑے گی۔''

''کرلی جائے گی..... کیونکہ تم بہت خوبصورت ہو۔''

''شکریہ..... ویسے میرے حسن کی تعریف کرنا تمہارے فرائض میں داخل نہیں ہوگا۔''

''اب مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہئے! کیونکہ مجھے عورتوں کو مکھن لگانے کا سلیقہ نہیں ہے۔''

''ایسے ہی معلوم ہوتے ہو۔'' جولیا اسے بغور دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

کیپٹن حمید اور قاسم کاراس بلابو کے ساتھ اس کے کمرے میں آئے تھے۔ قاسم سے زیادہ وہ حمید ہی کی طرف متوجہ تھا۔

''میں اسے محض اتفاق سمجھوں یا خصوصیت سے میری ہی طرف توجہ ہے آج کل۔'' کاراس نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

''یہ میرا دوست دنیا بھر کے قمار خانوں کے طریق کار پر ریسرچ کررہا ہے۔'' حمید نے قاسم کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میں نہیں سمجھا۔''

''تمہاری میزوں میں اس نے خاص قسم کے سوئچ دریافت کئے ہیں۔''

''وہم ہوا ہوگا..... میری میزیں بالکل صاف ہیں۔''

''جھوٹ مت بولو۔'' قاسم غرایا۔

''بس بس.....!'' کاراس نے ہاتھ اٹھا کر سرد لہجے میں بولا۔ ''ہوسکتا ہے تمہارا وزن مجھ سے زیادہ ہو۔ لیکن تم میری ایک ٹکر بھی برداشت نہ کرسکو گے۔''

''شٹ اپ.....!''

''کیپٹن حمید کے ساتھ نہ ہوتے تو آنکھیں ٹیڑھی کرکے گفتگو کرنے کا مزہ چکھا دیتا۔''

''قاسم..... بات بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''نہیں..... اگر یہ طاقت آزمانا چاہتا ہے تو میں تیار ہوں۔'' کارس نے کہا۔

''ارے ہم تم سے کشتی لڑنے کے لئے تو نہیں آئے۔'' حمید بولا۔

''پھر اس کرم فرمائی کا مطلب.....؟''

''دراصل ایک دن میرے دوست نے یہاں ایک لحیم شحیم سفید فام عورت دیکھی تھی۔ اسی کے چکر میں آیا تھا۔ مجھے بھی ساتھ کھینچ لایا۔''

''آتی ہی جاتی رہتی ہیں۔'' کاراس نے لاپرواہی سے کہا۔

''ویسے تمہارے دوست نے کتنی رقم ہاری ہے۔''

''کیوں.....کیا تم واپس کردو گے۔''

''یقیناً.....میں نہیں چاہتا کہ آپ جیسے لوگوں کے قدم دوبارہ اس جزیرے کی عزت بڑھائیں۔''

''بس ختم.....!'' قاسم ہاتھ اٹھا کر بولا۔''کیا میں کوئی محتاج ہوں کہ ہاری ہوئی رقم واپس لوں گا۔''

''پھر آپ کیا چیز ہیں جناب عالی۔''

''یہاں کے سب سے بڑے انڈسٹریلسٹ کی اولاد ہیں۔'' حمید بولا۔''عاصم گروپ کا نام سنا ہے۔''

''اوہ.....!''

''سیٹھ عاصم کی اولاد ہے۔''

''اوہ.....بڑی خوشی ہوئی جناب۔'' کاراس نے قاسم کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور پھر مصافحہ کرتے وقت قاسم پر یہ حقیقت واضح ہوگئی تھی کہ کاراس کتنا طاقتور ہے۔ خود کاراس بھی قاسم کی قوت سے متاثر ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں صاف بتا رہی تھیں۔

پھر اس نے زبان سے بھی اعتراف کیا تھا۔''یقیناً آپ طاقت ور ہیں۔ لیکن پھرتیلے ہرگز نہ ہوں گے۔ مجھے یقین ہے۔''

''ارے کوئی لڑائی بھڑائی والا ہے کہ پھرتیلا پن بھی ہوگا۔'' حمید بولا۔

''آپ براہِ کرم ثابت کیجئے کہ میری میزوں میں خاص قسم کے سوئچ موجود ہیں۔''

''چلو دکھاؤں.....!'' قاسم بدستور منہ پھلائے ہوئے بولا۔

''مجھے خوشی ہوگی اگر آپ ثابت کر سکے۔'' کاراس دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

وہ دونوں اس کے ساتھ ہال میں آئے تھے۔ لیکن یہاں اب بالکل سناٹا تھا۔ ایک متنفس بھی نظر نہ آیا۔

''دیکھا آپ نے۔'' کاراس غصیلے لہجے میں بولا۔ ''یہ کیا ہے آپ لوگوں نے.... آج کا بزنس ہی تباہ ہوگیا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ اگر آپ لوگوں کی بجائے کوئی اور ہوتا تو اس کی شکل نہ پہچانی جاتی۔''

''یہی میز تھی..... جس پر میں کھیل رہا تھا۔'' قاسم ایک میز کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ پھر اس کے نیچے ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹولنے لگا تھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

''کیا بات ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''اے حمید بھائی..... وہ سالا تو گائب ہوغیا۔''

پھر وہ ساری میزوں کی تلاشی لیتے پھرے تھے لیکن کہیں بھی کوئی غیر معمولی بات دریافت نہ کر سکے۔

''کسی دشمن نے آپ لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا ہے کیپٹن۔'' کاراس نے طویل سانس لے کر کہا۔ ''بہرحال اس وقت کا بزنس تو چوپٹ ہو ہی گیا۔''

''وہ شار پر کہاں گیا۔'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''میں نہیں جانتا کہ وہ اب کہاں ہوگا۔''

''ختم کرو۔'' حمید ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''اگر تم اپنی ہاری ہوئی رقم چاہتے ہو تو وہ واپس مل جائے گی۔''

''نہیں مجھے واپس نہیں چاہئے..... کیا میں کوئی بھکاری ہوں۔'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا تھا۔

''تو جناب وہ لحیم شحیم عورت۔'' کاراس کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''وہی ہوسکتی ہے ..... جی

ہاں وہ لحیم شحیم بھی ہے اور دلکش بھی..... اگر آپ چاہیں تو میں اسے بلوا سکتا ہوں۔''

قاسم نے حمید کی طرف دیکھا تھا۔ حمید بولا۔ ''نہیں ضرورت نہیں۔''

''ہے کیوں نہیں ضرورت..... تم ضرور بلواؤ۔''

''چلئے..... میرے آفس میں تشریف لے چلئے۔''

حمید قاسم کو غصیلی نظروں سے دیکھتا ہوا چل پڑا۔ کاراس انہیں اپنے کمرے میں بٹھا کر خود کہیں اور چلا گیا تھا۔

''ابے یہ کیا کم بختی تھی۔ تم کیوں بیچ میں بول پڑے تھے۔'' حمید اسے گھورتا ہوا غرایا۔

''قیوں نہ بولتا..... خود ہی تو سالے تگڑی سی عورت کی بات کرتے ہیں..... پھر میں بولوں تو غرائیں غے.....!''

''مت بکواس کرو۔''

اتنے میں کاراس واپس آ گیا اور بولا۔ ''چلئے میرے ساتھ۔''

''کہاں چلیں۔''

''اسی کے گھر..... یہیں جزیرے ہی میں رہتی ہے۔ میری کرایہ دار ہے۔ تنہا ہے۔''

''پھر کبھی آئیں گے..... اس وقت جلدی ہے۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

قاسم کچھ بڑبڑایا تھا۔ یقیناً کوئی گندی سی گالی رہی ہوگی۔

''خیر..... خیر..... مجھے یقین تھا کہ آپ جیسے بڑے لوگ اس کے گھر ہرگز نہیں جائیں گے جب اور جہاں کہیے وہ خود ہی پہنچ جائے گی۔'' کاراس نے کہا۔

قاسم جلدی سے بول پڑا۔ ''یہ کیا بتائیں گے..... میں خود ہی تمہیں فون کر دوں گا۔ تم بہت اچھے آدمی ہو..... اور ہاں میں تم سے پھر تیلا پن بھی سیکھنا چاہتا ہوں۔''

''میں کوشش کروں گا جناب۔''

واپسی پر ساحل کی طرف جاتے ہوئے حمید قاسم کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔

''تم نے کیوں نام لیا تھا کسی لحیم شحیم عورت کا.....!''

''اور نہیں تو کیا کہتا..... کیا میں کوئی جواری ہوں کہ وہاں میری موجودگی کا جواز پیدا

ہوسکتا۔تمہارے متعلق پورا شہر جانتا ہے کہ بھینسوں پر رال ٹپکاتے پھرتے ہو۔''

''بھینسوں.....!'' قاسم رک کر دھاڑا۔

''چلو.....چلو.....اب تو انتظام ہو ہی گیا۔'' حمید اس کی کمر پر بڑے پیار سے تھپکی دے کر بولا تھا۔

''تم بتاؤ سالے مجھے یہاں کیوں لائے تھے۔''

''واقعی کسی کی تلاش تھی.....لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ ہنگامہ اسی لئے برپا کرایا تھا کہ اگر کہیں چھپا بیٹھا ہو تو باہر آجائے۔''

''باہر آجائے.....تو وہ کوئی مرد تھا۔''

''چلتے رہو.....اگر وہ مل جاتا تو تمہاری مشکل آسان ہوجاتی.....اس نے بہت تگڑی تگڑی پال رکھی ہیں۔''

''سالے تم مجھے جندگی بھر اُلو بناتے رہو غے۔''

''سب ٹھیک ہے چلو.....تمہارا کام بھی ہوجائے گا۔''

''بیس بائیس برس سے قام ہی تو ہو رہا ہے.....نہ موت آتی ہے اور نہ.....!''

''اور نہ کوئی بھینس.....!'' حمید نے جملہ پورا کردیا۔

''میری اور تمہاری موت ساتھ ہی آئے غی.....تم دیکھ لینا.....میں تمہاری غردن دباؤں غا اور تم میرے پیٹ میں چھری ماردو غے۔''

حمید صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔ وہ ساحل پر آپہنچے تھے۔حمید فریدی کی لانچ لایا تھا۔ کرائے کی لانچ نہیں تھی۔

شہری ساحل کی طرف روانگی سے قبل ایک بار پھر قاسم نے رک جانے کے لئے ہاتھ پیر مارے تھے لیکن حمید انجن اسٹارٹ کرتا ہوا بولا۔''پرواہ مت کرو۔''

لانچ سمندر کا سینہ چیرتی ہوئی آگے بڑھی تھی اور قاسم کھانسنے لگا تھا۔

حمید سختی سے ہونٹ بھینچے خیالات میں گم تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اسے ایک بار پھر جیری وہٹلم سے رابطہ قائم کرنا چاہئے۔

دفعتاً کوئی سخت سی چیز اس کی گردن سے آ لگی تھی اور وہ چونک پڑا تھا۔

''جدھر کہا جائے ادھر ہی چلتے رہو۔'' اس کے کان میں کسی نے کہا تھا۔''ورنہ اسی جگہ سوراخ ہو جائے گا۔''

قاسم کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا تھا اور اس نے تو گردن میں چبھنے والی چیز کو پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ اس سے کہا گیا تھا''گولی چل جائے گی اگر ہلے جلے۔''

''ہاں ہاں.....!'' وہ جھلا کر بولا۔''ان منحوسوں کے ساتھ موتی چور کے لڈو کب چلتے ہیں۔ گولیاں ہی تو چلتی ہیں۔''

''خاموش بیٹھے رہو۔''

''وہ تو بیٹھنا ہی پڑے گا۔'' حمید بولا۔''لیکن تم نہیں جانتے کہ تم کس کے ساتھ یہ حرکت کر رہے ہو.....اور تمہارا کیا حشر ہوگا۔''

''خاموش بیٹھو۔''

کاراس بلابو.....کیا یہ اسی کے آدمی تھے۔ حمید سوچ رہا تھا۔ انہیں اپنے آفس میں چھوڑ کر اسی انتظام کے لئے باہر گیا تھا۔

دفعتاً اس نے اونچی آواز میں قاسم سے کہا۔''جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہی کرو بیحد سنجیدہ معلوم ہوتے ہیں۔''

''میں ڈرپوق نہیں ہوں.....!'' قاسم بولا تھا۔لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس کی گردن پر ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھ گیا ساتھ ہی کہا گیا۔''ذرا سی حرکت کر کے دیکھ لو فائر ہو جاتا ہے یا نہیں۔''

قاسم بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ شاید وہ اس دوران میں بھول گیا تھا کہ گردن سے ریوالور کی نال لگی ہوئی ہے۔

حمید کے انداز ے کے مطابق ان کے عقب میں تین آدمی تھے۔ دو نے ریوالور سنبھال رکھے تھے اور تیسرا الگ بیٹھا ہوا تھا۔ وہی لانچ کے راستے کا تعین کر کے ہدایات دیتا جا رہا تھا اور شاید انہیں ماہی گیری کے ساحل کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس خیال کی تصدیق بھی ہوگئی تھی۔ ماہی گیری کا ساحل کا راس کے جزیرے سے بہت زیادہ دور نہیں تھا۔

ایک قطعی ویران جگہ پر لانچ رکوائی گئی تھی اور انہیں اترنے کو کہا گیا تھا۔ ایک گودام نما عمارت میں داخل ہوئے۔ ریوالور اب بھی ان کے جسم سے لگے ہوئے تھے۔

اور پھر یک بیک حمید کے قدم رک گئے۔ نیلم اور ریٹا ایک ستون سے بندھی کھڑی نظر آئی تھیں۔ ان کے آس پاس دو پیٹرومیکس لیمپ روشن تھے اور تین آدمی یہاں پہلے سے موجود تھے۔

تین حمید اور قاسم کے ساتھ آئے۔ نیلم نے انہیں دیکھا اور آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے دونوں گالوں پر نیلے نیلے نشان تھے۔ شاید تھپڑ مارے گئے تھے۔

حمید کا خون کھولنے لگا۔

''سُوّر کے بچو.....!'' وہ حلق پھاڑ کر دھاڑا۔ ''تم نے اسے مارا ہے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

''چلو..... تم بھی انہی کے پس کھڑے ہوجاؤ۔'' اسے ریوالور کی نال سے دھکیلنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن وہ غیر متوقع طور پر ایک دم پلٹ پڑا۔ گھونسہ ناک پر پڑا تھا اور ٹھوکر اس کی پنڈلی پر پڑی تھی جس نے قاسم کی کمر سے ریوالور لگا رکھا تھا۔

دونوں ہی کے ہاتھوں سے ریوالور گر گئے تھے۔ قاسم انہیں چھاپ بیٹھا۔ پھر چاروں آدمی بیک وقت حمید پر ٹوٹ پڑے تھے۔ قاسم ریوالوروں پر بیٹھا غالباً سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ اچانک اس کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس نے پیچھے ہٹ کر بڑا سا چاقو نکالا تھا اور اسے کھولنے ہی والا تھا کہ قاسم اپنے نیچے سے ایک ریوالور نکالتا ہوا دھاڑا۔ ''ابے او حرامزادے..... چاقو زمین پر ڈال دے ورنہ کھوپڑی اڑا دوں گا۔''

اس نے بوکھلا کر قاسم کی طرف دیکھا اور چاقو فرش پر گرا دیا۔

ادھر حمید پر گویا خون سوار ہوگیا تھا۔ پانچ آدمی اسے قابو میں نہیں کر پا رہے تھے۔

''تم کیا دیکھ رہے ہو قاسم بھائی..... بابا کی مدد کرو۔'' نیلم غصیلی آواز میں چیخی۔

قاسم اچھل کر کھڑا ہو گیا۔اس کے دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھے۔ دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔''ہٹو سالو.....ایک طرف.....اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ.....ورنہ.....!''

اس نے سامنے والی دیوار پر ایک فائر کر دیا۔ وہ جہاں تھے وہیں کھڑے رہ گئے اور پھر ہاتھ بھی اٹھا دیئے تھے۔

''انہیں اسی طرح کور کئے رکھو۔'' حمید نے اس سے کہا اور خود چاقو اٹھا کر نیلم اور ریٹا کی رسیاں کاٹنے لگا۔

اس کے بعد ریوالور حمید نے سنبھالے تھے اور قاسم نے ان چھ آدمیوں کی مرمت شروع کی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان میں سے کوئی بھی اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔اس دوران میں نیلم اور ریٹا دونوں ہی قاسم سے رحم کی اپیل کرتی رہی تھیں۔ لیکن حمید اسے بڑھاوا دیتا رہا تھا۔

پھر قریباً دو گھنٹے بعد وہ قیدیوں سمیت اس ساحل پر پہنچے تھے جہاں فریدی کی لانچ لنگر انداز رہتی تھی۔

قیدیوں نے کسی نادیدہ ''باس'' کی کہانی سنائی تھی۔ جس کے احکامات فون پر ملا کرتے تھے۔ البتہ انہیں معاوضہ سیزر نامی کسی سفید فام غیر ملکی کے توسط سے ملتا تھا جس کی جائے قیام سے وہ واقف نہیں تھے۔ وہ بھی ان سے فون ہی پر رابطہ قائم کرتا تھا۔

کسی جگہ کا تعین ہو جانے کے بعد وہاں پہنچ کر معاوضہ ادا کر دیتا تھا.....حمید نے انہیں محکمے کی حوالات میں دے دیا۔ ان کے سلسلے میں فریدی سے مشورہ کئے بغیر مزید اقدام نہیں کرنا چاہتا تھا۔

گھر پہنچ کر نیلم نے اپنی کہانی سنائی۔

''قاسم کی بیوی سے خرابی طبیعت کا بہانہ کر کے ہم دونوں چلی آئی تھیں۔ شام تک تمہاری واپسی کی منتظر رہی پھر سوچا کیوں نہ کوئی فلم دیکھی جائے۔ ریٹا کو تیار کیا اور نکل کھڑی ہوئی۔''

''کیا ریٹا کی تجویز تھی۔'' حمید نے سوال کیا۔

''ہرگز نہیں.....اس نے تو تمہاری عدم موجودگی میں کہیں جانے کی مخالفت کی تھی۔''

''ہوں.....اچھا پھر.....؟''

''گھر سے نکل لینے کے بعد فلم دیکھنے کا ارادہ ملتوی کر کے تمہاری تلاش کی ٹھہری..... ہوٹلوں کے علاوہ اور کہاں دیکھتے۔تم نے بتایا تو تھا نہیں کہ کہاں جا رہے ہو۔''

کیا یہ بات ریٹا نے بجھائی تھی۔

''نہیں یہ بھی میری ہی تجویز تھی.....بہرحال مے پول سے نکل کر گاڑی اسٹارٹ کرنی چاہی تو انجن نے حرکت کرنے ہی سے انکار کر دیا۔کئی منٹ پریشان رہی تھی۔پھر ایک آدمی جوان ہی چھ میں سے تھا ہماری طرف آیا۔لفٹ دینے کی پیش کش کی۔بے حد شائستہ نظر آیا تھا اس وقت۔لہٰذا پیشکش قبول کر لی گئی۔اس کی گاڑی بڑی شاندار تھی۔ایئر کنڈیشنڈ کیڈی.....بہرحال اس نے ہم دونوں کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تھا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر جا بیٹھا تھا۔گاڑی چلی تھی۔تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ بتائے ہوئے راستے پر نہیں جا رہا۔اس سے کہا بھی اس سے متعلق۔لیکن اس نے کہا کہ وہ ایک گیراج کی طرف جا رہا ہے جہاں وہ ہماری گاڑی سے متعلق ہدایات دے گا اور گیراج کا کوئی آدمی ہوٹل مے پول جا کر گاڑی ٹھیک بھی کر دے گا اور بتائے ہوئے پتے پر پہنچا بھی دے گا۔میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔سچ مچ کچھ دیر بعد گاڑی ایک گیراج ہی کے احاطے میں داخل ہوئی تھی اور پھر اسکے بعد مجھے یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا کیونکہ ہماری ناکوں سے کلوروفام میں بسے ہوئے رومال لگا دیئے گئے تھے۔ہوش آنے پر خود کو اسی ستون سے بندھا ہوا پایا تھا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں انکل کے بارے میں نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں ہیں۔''

''کیا وہ یہی معلوم کرنا چاہتے تھے۔'' حمید نے پوچھا۔

''اس کے علاوہ اور کسی قسم کی گفتگو نہیں ہوئی تھی۔''

''اب ریٹا کے بارے میں بتاؤ۔''

''اس سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔''

''کوئی سفید فام بھی دکھائی دیا تھا۔''

''نہیں.....کوئی نہیں.....ساری گفتگو اردو میں ہوئی تھی۔ریٹا بعد میں مجھ سے اس کا

مب پوچھ رہی تھی۔ اب تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس پر تھرڈ ڈگری آزما کر سب کچھ اگلوالوں۔ شدید ترین نفرت کرنے کے باوجود بھی میں اسے برداشت کر رہی ہوں محض اس لئے کہ انکل کا حکم ہے۔''

ٹھیک اسی وقت ریٹا کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخ اور متورم تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے روتی رہی ہو۔

''تم سب کتنے اچھے ہو۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔''میرا دم گھٹ رہا ہے۔ خواہ اب کچھ بھی ہو سب کچھ بتا دینا چاہتی ہوں۔''

''مثلاً.....!'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

''میرا بھائی فلپ شیرنگٹن اس معاملے میں ملوث نہیں ہے؟''

''ہمارے لئے نئی اطلاع نہیں ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ پیرس کے ایک کلب میں ٹریننگ دے رہا ہے اور اس نے آج تک ادھر کا رخ ہی نہیں کیا۔ بہرحال تم اپنی پوزیشن کے بارے میں ہمیں مطلع کر سکتی ہو۔''

''میں اس شخص کے بارے میں کچھ نہیں جانتی.....بس مجھے اس کی تصویریں دی گئی تھیں.....وہ کسی حد تک میرے بھائی سے مشابہت ضرور رکھتا ہے۔''

''ٹوری بیڈسٹر.....!''

''میں نہیں جانتی کہ یہی اس کا اصل نام ہے۔''

''تم اپنے بارے میں بتاؤ تو بہتر ہے۔''

''میرے بھائی کے ہاتھ صاف ہیں۔ میں ہی بڑے مجرموں کے ایک گروہ کے پھندے میں پھنسی ہوئی ہوں۔ گروہ کے سربراہ کی طرف سے مجھے جو ہدایات ملی تھیں میں نے ان پر عمل کیا ہے۔''

''کاراس بلابو کو جانتی ہو۔''

''میں نے یہ نام پہلے کبھی نہیں سنا۔''

''تو گویا تمہارا اتنا ہی کام تھا کہ تم یہاں آ کر اپنے بھائی کی کہانی ہمیں سنا کر آگاہ

کر دو کہ کرنل فریدی خطرے میں ہیں۔''

''بالکل یہی بات ہے.....اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں جانتی۔''

''نیلم سے راہ و رسم بڑھانے کی ہدایات بھی گروہ ہی کی طرف سے ملی ہوگی۔''

''ہاں.....یہی بات ہے۔ میں بیحد شرمندہ ہوں۔ مجھے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دو۔''

وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔

نیلم جہاں تھی وہیں کھڑی رہی۔ اس کی زبان سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ حمید نے بھی ریٹا کو چپ کرانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ بدستور روتی رہی۔

نیلم نے حمید کو باہر چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ ریٹا کو وہیں چھوڑ کر راہداری میں آ گئے تھے۔

''بس بات یہیں تک رہنی چاہئے۔'' نیلم ہاتھ اٹھا کر بولی۔

''میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔''

''اس کے سوٹ کیس اور آلہ نقب زنی کا حوالہ دینا ضروری نہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں خاموش ہی رہنا چاہئے۔''

''تم مجھے اتنا احمق کیوں سمجھتی ہو.....عورتوں کے آنسو میرے لئے روزمرہ کی چیز ہیں۔ نہ میں شاعر ہوں اور نہ افسانہ نگار.....صدائے خلوص میں بھی مکاری کی لہریں محسوس کرنے کا عادی ہوں۔''

''بس ہمیں خاموشی سے اس پر نظر رکھنی ہے۔''

''ابھی تو تھرڈ ڈگری آزمانے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا۔''

''اب نہیں! بتدریج راہ پر آ رہی ہے..... یا پھر یہ بھی اس کی اسکیم میں شامل ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ ہم خاموشی سے اس پر نظر رکھیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔

شکار

فون کی گھنٹی دیر سے بج رہی تھی لیکن کوئی ریسیور اٹھانے والا نہیں تھا۔ شاید دوسروں تک

گھنٹی کی آواز نہ پہنچتی اگر خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا نہ ہوتا۔ کیونکہ خانم سعدیہ خواب گاہ سے خاصے فاصلے پر کھڑی ڈاکٹر عالیہ سے باتیں کر رہی تھی۔ وہ اسے وہیں چھوڑ کر خان کی خوابگاہ کیطرف آئی کیونکہ اب فون صرف وہیں رہتا تھا۔ بقیہ انسٹرومنٹ خان نے کہیں چھپا دیئے تھے۔

خواب گاہ خالی دیکھ کر وہ پلٹ آئی تھی اور خان کو محل میں تلاش کراتی رہی تھی۔ لیکن وہ شاید محل میں موجود ہی نہیں تھا۔

بہر حال گھنٹی تھوڑے تھوڑے وقفے سے بجتی رہی تھی۔ بالآخر تھک ہار کر خانم سعدیہ نے کال ریسیور کر لینے کا فیصلہ کر ہی ڈالا۔ اس نے ریسیور اٹھایا تھا۔

دوسری طرف سے آواز آئی ''کون ہے؟''

''خانم.....!''

''اوہ.....کیا خان نہیں ہیں؟''

''نہیں.....!''

''کہاں تشریف رکھتے ہیں۔''

''محل میں نہیں ہیں۔''

''کب سے.....؟''

''آپ کون ہیں؟''

''میری بات کا جواب دیجئے محترمہ۔''

''بکواس مت کرو۔ کیا تم آداب سے بھی واقف نہیں۔ تم سے پوچھا جا رہا ہے کہ تم کون ہو۔'' خانم کو غصہ آ گیا تھا۔

دوسری طرف سے جواب ملنے کی بجائے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی اور خانم نے جھلا کر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔

عالیہ اور گلرو دروازے کے قریب خاموش کھڑی تھیں۔

''پتا نہیں کون بے ہودہ تھا۔'' خانم ان کی طرف مڑ کر بولی۔

''کیا کہہ رہا تھا۔'' گلرو نے سوال کیا۔

خانم انہیں بتانے لگی۔

''آخر بابا کس وقت باہر گئے۔'' گلرو نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

''کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب باہر گئے۔''

گلرو اپنے طور پر معلومات حاصل کرنے کے لئے ملازموں سے پوچھ گچھ کرتی پھر رہی تھی۔ لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ ساری گاڑیاں بھی موجود تھیں اور اس موسم میں گھوڑ سواری کا تو تصور ہی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پھر بھی احتیاطاً اس نے اصطبل کی طرف بھی نوکروں کو دوڑا دیا تھا اور تھوڑی دیر بعد وہ خبر لائے کہ گھوڑے بھی اصطبل ہی میں ہیں۔

''اس دن باہر سے کوئی گاڑی آئی تھی اور وہ چلے گئے تھے۔'' خانم سعدیہ بولی۔

''لیکن ہمیں علم تھا کہ وہ باہر گئے ہیں۔'' گلرو بولی۔

''ہوسکتا ہے رات ہی کو چلے گئے ہوں۔'' خانم نے کہا۔

''کدھر سے چلے گئے ہوں گے..... فائروں کے بعد سے ہر طرف کے پہرہ دار چوکس ہوگئے تھے۔ شاید ہی کوئی پچھلی رات کو سویا ہو..... کسی کو بھی روانگی کا علم نہیں ہے۔''

''پھر بتاؤ ہم کیا کریں۔'' خانم سعدیہ نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔

''ارے تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ واپس آجائیں گے جیسے اس دن واپس آئے تھے۔'' ڈاکٹر عالیہ بولی۔

''نہیں..... کچھ نہیں چاہئے..... میں کمشنر کو فون کرنے جارہی ہوں۔'' گلرو نے کہا۔

''بیوقوفی کی باتیں نہ کرو..... ہم نے کبھی سرکاری آدمیوں سے امداد طلب نہیں کی۔ خان اپنے معاملات خود ہی نپٹانے کے عادی ہیں۔'' خانم نے گلرو کو گھورتے ہوئے کہا۔

''میں بچہ نہیں ہوں۔ اگر وہ چاہتے تو خود ہی پولیس کو یہاں طلب کرسکتے تھے۔''

''آپ کیا سمجھتی ہیں.....'' گلرو ماں کو غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

''وہی جو تم نے سمجھا ہے۔''

''مم..... میں نے۔''

''ہاں بس ختم کرو..... دیکھا جائے گا۔''

فریدی نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا اور خان دوراں کی طرف مڑ کر بولا۔ ''لیکن یہ آواز ایڈمنسٹریٹر ڈبلیو خان کی نہیں تھی۔''

وہ صرف ایک ہی بار بولا تھا۔ اسکے بعد سے کوئی اور اسکی طرف سے کالیں کرتا رہا ہے۔

''خانم نے بالآخر اسے ڈانٹ دیا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''انہوں نے کچھ دیر بعد کال ریسیو کرلی تھی..... اور سوالات کی بے ضابطگی پر اسے ڈانٹ دیا تھا۔''

''یہ تو اچھا نہیں ہوا۔''

''میں یہی چاہتا تھا کہ وہ کال ریسیو کریں اسی لئے خواب گاہ کا دروازہ کھلا چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا۔''

''آخر کیوں.....؟''

''تاکہ اسے علم ہو جائے کہ تم محل میں موجود نہیں ہو..... اور کسی کو علم بھی نہیں کہ تم کہاں گئے ہو۔''

''اس سے کیا ہوگا۔''

''اس کا کوئی نہ کوئی آدمی میرے ہاتھ آجائے گا۔''

''کیسے ہاتھ آجائے گا۔ تم تو یہاں تہہ خانے میں بیٹھے ہوئے ہو۔''

''لیکن میری روح.....!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا اور بولا۔ ''باہر محل کے چاروں اطراف بکھری ہوئی ہے۔''

''شاعری مت کرو۔''

''آج تک آدھا مصرعہ بھی نہیں کہہ سکا۔ یہ پروز پوئٹری تھی۔ یعنی میرے آدمی محل کے

چاروں اطراف میں موجود ہیں۔ اگر کسی نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم سچ مچ محل میں موجود ہو یا نہیں اس طرف آنے کی کوشش کی تو میرے آدمیوں کے ہاتھ آ جائے گا۔''

ویسے ایک بات بتادوں کہ کچھ دیر بعد خانم سیدھی تہہ خانے کی طرف آئے گی۔

''کوئی حرج نہیں..... تم نے خانم کو اعتماد میں نہ لے کر غلطی کی ہے۔ بڑے کھرے پٹھان کی بیٹی ہے..... تمہارے لئے مر بھی سکتی ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' خان نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ ''میں ان لوگوں کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔''

''پریشان تو وہ تمہارے اس رویئے کی بناء پر ہوں گی۔''

''میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔'' خان دوراں جھنجھلا گیا اور فریدی ہنس کر بولا۔ ''تم محض اس لئے اس قدر نروس ہو گئے ہو کہ کہیں غدار قرار نہ دے دیئے جاؤ۔''

''اس میں کوئی شبہ نہیں۔''

دفعتاً انہوں نے قدموں کی آہٹ سنی تھی اور چونک پڑے تھے۔

دوسرے ہی لمحے میں خانم سعدیہ ان کے قریب کھڑی نظر آئی۔

''اوہ..... کمال بھائی۔'' اس کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔

فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ''سعدیہ خانم معافی چاہتا ہوں کہ تمہارے شوہر نے مجھے بھی اس حال کو پہنچا دیا ہے۔''

''کچھ بھی ہو..... آپ ہمارے لئے فرشتہ رحمت سے کم نہیں..... اب میں قطعی مطمئن ہوں جو کچھ بھی ہوگا آپ دیکھ لیں گے۔''

''لیکن یہ بات آپ ہی کی حد تک رہے گی۔'' فریدی نے کہا۔

''یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے کمال بھائی۔''

فریدی نے خان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کبھی کبھی اہم شخصیات پر ایسا وقت بھی ضرور آتا ہے۔''

''میں صرف خان کی سلامتی کی خواہاں ہوں! نہ کچھ جاننا چاہتی ہوں اور نہ سمجھنا چاہتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' فریدی نے خان سے کہا۔''اب تم اوپر جاؤ اور اسکیم کے مطابق کام کرو۔''

''اور آپ.....!'' خانم کے لہجے میں حیرت تھی۔

''میں فی الحال یہیں رہوں گا۔''

خان اور خانم تہہ خانے سے محل کے ایک ایسے حصے میں برآمد ہوئے تھے جو عام طور پر ویران رہتا تھا۔

''تمہیں تہہ خانے کا خیال کیسے آیا تھا۔''

''اسلئے کہ آپ میرے علم میں لائے بغیر محل سے باہر نہیں جاتے خواہ حالات کچھ ہوں۔''

''فکر نہ کرو..... سب ٹھیک ہو جائے گا..... لیکن یہ ضروری ہے کہ بقیہ لوگ میری حرکات وسکنات کو ذہنی فتور ہی پر محمول کرتے رہیں۔''

''میں آپ سے کچھ نہ پوچھوں گی۔''

''شکریہ خانم..... ویسے یہ کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ حقیقتاً ضمیر کی ملامت کا سامنا ہو۔''

''مجھے آپ پر اعتماد ہے۔''

''گلرو..... بہت تیزی دکھا رہی ہے..... اسے سمجھاؤ۔''

''کیا تیزی دکھا رہی ہے۔'' خانم کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس نے کسی قدر اندازہ لگالیا تھا میرے حالات کا۔''

''میں اسے ہر معاملے میں زبان بند رکھنے کے لئے کہوں گی۔''

خان اپنی خواب گاہ میں آ بیٹھا تھا۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جلد ہی اسے فون کی گھنٹی بجنے کی توقع ہو۔

تین چار منٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ گھنٹی بجنے لگی۔اس نے ریسیور اٹھایا۔''ہیلو.....!''

''کون صاحب ہیں۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''خان دوراں.....!''

''ایک منٹ جناب..... ہولڈ کیجئے۔''

پھر دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔''ہیلو.....!''

''کون ہے۔'' خان دوراں نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا تھا۔

''کیا تم آواز نہیں پہچانتے۔''

''اوہ..... کیوں؟ کوئی خاص بات۔''

''رات تمہارے محل میں کیا ہنگامہ تھا۔'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''کیا مطلب! کیا اب تم میرے نجی معاملات میں بھی دخل اندازی کرو گے۔''

''فی الحال یہی سمجھ لو۔''

''جو تم کہہ رہے ہو وہ ہو جائے گا..... لیکن غیر ضروری بکواس میرے لئے ناقا۔ برداشت ہوگی۔''

''میں نے پوچھا تھا کیسا ہنگامہ تھا محل میں۔''

''میں نے اپنے پہرہ داروں کو چیک کرنے کے لئے دو فائر کئے تھے۔''

''اس کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔''

''اس لئے کہ وہ چوکس رہیں اور تم کوئی اور حرکت نہ کر بیٹھو۔''

''کیسی حرکت.....!'' دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

''اگر تم نے یا تمہارے کسی آدمی نے محل کی حدود میں قدم رکھنے کی جرأت کی تو گو سے اڑا دیا جائے گا۔''

''میں نے اس وقت اسی لئے فون کرنا چاہا تھا کہ اپنے دو مہمانوں کی میزبانی تمہار ذمہ ڈال دوں۔''

''میں نے کہہ دیا کہ یہاں کوئی بھی قدم نہیں رکھ سکے گا۔''

''اچھی بات ہے تو پھر میں اس کاغذ کو آگے بڑھائے دیتا ہوں۔''

''ٹھہرو.....!'' خان کی آواز کانپ گئی۔ ''کون ہیں وہ مہمان۔''

''دو سفید فام غیر ملکی..... مسٹر اور مسز فرینک بوائیڈ.....!''

''اگر..... وہ..... غغ..... غیر ملکی ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''کل صبح دس بجے تمہاری گاڑی ایئرپورٹ پہنچ جانی چاہئے تاکہ وہ تمہارے ہی مہما

معلوم ہوں۔''

''ایسا ہی ہوگا.....!'' خان نے مردہ سی آواز میں کہا۔

وہ دونوں مسٹر اینڈ مسز فرینک بوائیڈ کی حیثیت سے سفر کر رہے تھے۔ٹوری بیڈسٹر اب کسی قدر مطمئن نظر آ رہا تھا کیونکہ کاراس بلابو کی نفرت انگیز شکل نامعلوم مدت کے لئے نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی اور یہ لڑکی جولیا جسے اس کی بیوی کا رول ادا کرنا تھا خوش شکل بھی تھی اور خوش مزاج بھی اور شاید اس مشن سے کما حقہ واقف بھی تھی جس کا علم خود ٹوری بیڈسٹر کو ابھی تک نہیں ہوا تھا۔

''میں تمہیں ہر مرحلے پر بتاؤں گی کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔'' جولیا نے سفر شروع ہوتے ہی کہا تھا۔

ان کا طیارہ شمال کی طرف پرواز کر رہا تھا۔

کئی دنوں کی گھٹن کے بعد ٹوری کو ہاتھ پیر پھیلانے کا موقع نصیب ہوا تھا۔ لہٰذا اسکی فطری کمینگی پوری طرح بیدار ہوگئی تھی اور اس نے سانولی سلونی اور بڑی بڑی دلکش آنکھوں والی ایئر ہوسٹس کو للچائی ہوئی نظروں سے گھورنا شروع کر دیا تھا۔ ایک آدھ بار چھیڑا بھی تھا۔

''خود کو قابو میں رکھو۔'' جولیا بولی۔ ''یہاں کا ماحول ہمارے ماحول سے مختلف ہے۔''

''کیا تم سچ مچ میری بیوی ہو۔'' وہ جھلا گیا۔

''تم وہی کرو گے جو میں کہوں گی۔''

''سنو لویٹی.....تم دنیا کی دوسری عورتوں سے مختلف نہیں ہو.....اور عورت سگریٹ کے پیکٹ کی طرح ہمیشہ جیب میں نہیں پڑی رہتی.....اس کی اہمیت صرف بیس سگریٹوں تک محدود ہے اس کے بعد وہ جیب سے ردی کی ٹوکری میں منتقل ہو جاتی ہے۔''

''اس بکواس کا مطلب.....؟''

''یہی کہ اگر تم سچ مچ میری بیوی ہوتیں تو کبھی کی ردی کی ٹوکری میں منتقل ہو چکی ہوتیں۔ میرے لئے عورت کی پہلی مسکراہٹ دلکش، دوسری قابل برداشت تیسری بورنگ اور چوتھی بالکل ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کسی بندریا نے دانت دکھا دیئے ہوں۔''

''چلو یہی سہی..... میں تم سے بحث نہیں کروں گی۔'' وہ زبردستی ہنس پڑی تھی۔

اسی دوران میں ایئر ہوسٹس پھر اسی طرف سے گزری تھی اور ٹوری نے اس کی ران میں چٹکی لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

وہ تیزی سے ایک طرف ہٹی..... دوسری جانب بیٹھے ہوئے آدمی سے جا ٹکرائی جس کے ہاتھ میں کافی کا کپ تھا۔ کافی چھلک کر اس کے اوپر گری..... وہ ایئر ہوسٹس پر چڑھ دوڑا..... ادھیڑ عمر کا کوئی مقامی تاجر معلوم ہوتا تھا۔

ٹھیک اسی وقت ٹوری کے پیچھے بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔ ''سفید بندر کیا تم نشے میں ہو۔''

''بکواس بند کرو کتیا کے بچے۔'' ٹوری مڑ کر دھاڑا۔

پیچھے بیٹھے ہوئے نوجوان نے ٹوری پر ہاتھ چھوڑ دیا۔ بس پھر کیا تھا۔ جہاز میں ہڑبونگ مچ گئی۔ ٹوری نے اٹھ کر نوجوان پہ جوابی حملہ کرنا چاہا تھا۔ کئی لوگ ان کے درمیان آ گئے جن کا تعلق جہاز کے عملے سے تھا۔ ایئر ہوسٹس اس دوران میں وہاں سے کھسک گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد جولیا نے کہا۔ ''اگر یہی حال رہا تو مجھے اس مشن کی کامیابی پر شبہ ہے۔''

ٹوری اسے قہر آلود نظروں سے گھور کر رہ گیا تھا۔ پھر پورے سفر کے دوران میں وہ ایئر ہوسٹس نہیں دکھائی دی تھی۔

صبح کے دس بجے تھے۔ جب غزن سبزہ کے ایئر پورٹ پر جہاز نے لینڈ کیا۔

وہ باہر نکلے تو مائیک پر کال ہو رہی تھی۔ ''مسٹر اینڈ مسز فرینک بوائڈ پلیز..... پلیز..... انکوائری کے کاؤنٹر پر تشریف لائیے۔''

جولیا نے ٹوری کا بازو دبایا تھا اور وہ انکوائری کے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ جولیا کے انداز سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ساری جگہیں اس کے لئے جانی پہچانی ہوں۔

کاؤنٹر پر خان دوراں کا پرسنل سیکریٹری ان کا منتظر تھا۔

گاڑی میں بیٹھتے وقت ٹوری نے جولیا کی طرف مستفسرانہ نظروں سے دیکھا تھا اور اس نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

پرسنل سیکریٹری اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے برابر بیٹھ گیا تھا۔تھوڑی دیر بعد وہ لمبی سی شاندار گاڑی زمرد محل کے پھاٹک سے گزر کر کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھی۔

ٹوری نے پھر کچھ بولنا چاہا تھا لیکن جولیا نے اس کی ران پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

پھر وہ مہمان خانے میں پہنچا دیئے گئے تھے۔

''یہ کوئی ایسا الجھا ہوا مسئلہ نہیں ہے۔'' فریدی نے خان دوراں کی طرف دیکھ کر کہا۔

''تو گویا تم سمجھ چکے ہو کہ وہ میرے مہمان کیوں بنائے گئے ہیں۔''

''میں نے پہلے ہی انتظام کرلیا تھا کہ اس کا مقصد سمجھ سکوں۔''

''کس طرح.....!''

''مہمان خانے میں جگہ جگہ الیکٹرونک بگس چھپا دیئے تھے۔''

''اور پھر تہہ خانے میں بیٹھ کر ان کی گفتگو سنتے رہے تھے۔'' خان دوراں کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ پھر وہ یک بیک سنجیدہ ہوکر بولا۔''لیکن تم تو خالی ہاتھ آئے تھے.....تہہ خانے میں بیٹھے بیٹھے الیکٹرونک بگس کہاں سے فراہم کر لئے۔''

''براہِ راست تہہ خانے سے باہر نکلنے کے راستے سے صرف تم ہی واقف نہیں ہو۔'' فریدی خان دوراں کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

''میں نہیں سمجھا.....تم کیا کہہ رہے ہو۔''

''وہ راستہ جو چٹخی چٹان تک جاتا ہے؟''

''کیوں مذاق کرتے ہو۔'' خون دوراں کے لہجے میں حیرت تھی۔

''کیا میں نے راستہ دریافت کر کے تمہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچائی ہے۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لیکن خدا گواہ ہے کہ مجھے کسی دوسرے راستے کا علم نہیں۔''

''حیرت انگیز.....!''

''میرے دادا نے یہ عمارت ایک چھوٹے سے قلعے کے کھنڈر پر تعمیر کرائی تھی۔ بعد میں میرے باپ نے اس میں کچھ اضافے کئے تھے اور پھر اسے جدید ترین شکل میں لانے والا میں ہوں۔ اگر میرے دادا کو تہہ خانے کے کسی دوسرے راستے کا علم ہوتا تو وہ میرے باپ کو ضرور بتاتے۔''

''خیر ختم کرو اس قصے کو..... اس نئے راستے کی دریافت سے میرا کام آسان ہوگیا ہے۔ ہاں تو ان دونوں کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگالیا ہے کہ عورت تمہارے معاملات میں بہت زیادہ باخبر ہے اور مرد کچھ بھی نہیں جانتا..... وہ صرف اس لئے آیا ہے کہ عورت کی ہدایات پر عمل کرے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایڈمنسٹریٹر کیا چاہتا ہے۔''

''پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو..... پھر شاید میں اس پر کچھ روشنی ڈال سکوں۔''

''پوچھو..... کیا پوچھنا ہے۔''

''کان کے جس حصے پر وہ اپنا قبضہ چاہتا ہے..... قانونی اعتبار سے بھی قبضے میں رکھ سکے گا یا نہیں۔''

''سوال ہی نہیں پیدا ہوتا..... مجھے لیز ٹرانسفر کرنے کا حق حاصل نہیں۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ تمہارا قانونی قبضہ پوری کان پر برقرار رہے گا۔''

''بالکل.....!''

''لہٰذا اس حصے میں جو کچھ بھی ہوگا اس کی ذمہ داری تم ہی پر عائد ہوگی۔''

''اصولی طور پر یہی سمجھنا چاہئے۔''

''خدا کی پناہ.....!''

''کیا مطلب.....؟''

''ادھر آؤ..... نقشے میں دیکھو'' فریدی نے کان کا نقشہ میز پر پھیلاتے ہوئے کہا۔

''یہ دیکھو.....یہی ہے نا وہ حصہ جس پر وہ اپنا قبضہ چاہتا ہے۔''

''یہی ہے۔''

''اور تمہاری اجازت حاصل کئے بغیر کوئی وہاں تک پہنچ بھی نہیں سکتا۔''

''ظاہر ہے۔''

''اب دیکھو.....اس حصے میں ایک دراڑ بنالی جائے تو نتیجہ کیا ہوگا۔''

''دراڑ بنالی جائے.....؟'' خان دوراں نے حیرت سے دہرایا۔

''ہاں..... ہاں.....مشکل کام نہیں ہے۔''

''میں تمہاری بات ہی نہیں سمجھ سکا۔''

''کان کے اس حصے کے اختتام ہی سے دوسرے ملک کی سرحد شروع ہوجاتی ہے۔ اگر یہاں ایک دراڑ بنالی جائے تو ایک ایسا مخفی راستہ ہوگا کہ اس کا علم سرحد کے محافظوں کو بھی نہیں ہوسکے گا۔''

خان دوراں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑی تھیں اور سر تھام کر بیٹھ گیا تھا۔

''پھر اس راستے سے جو کچھ بھی ہوگا اس کی تمام تر ذمہ داری تم ہی پر عائد ہوگی۔''

خان دوراں کچھ نہ بولا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹنے لگی تھیں۔

''اور اب تم مجھے اس دستاویز کے بارے میں تفصیل سے بتاجاؤ جو اسکے قبضے میں ہے۔''

''کیا بتاؤں.....!'' خان دوراں بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''وہ ایک خط ہے جو ایک سیاسی لیڈر کے نام لکھا گیا تھا۔ اس میں پچھلی حکومت کی ایک پالیسی کے خلاف اظہار خیال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔''

''اب تو یہ کوئی جرم بھی نہیں رہا جبکہ موجودہ حکومت کی بنیاد ہی پچھلی حکومت کی مخالفت پر رکھی گئی ہے۔''

''میں سمجھتا ہوں۔''

''پھر کیوں بلیک میل ہو رہے ہو۔''

''وہ کاغذ.....جس پر خط لکھا گیا تھا۔''

''کاغذ.....کاغذ میں کیا ہے۔''

''واٹر مارک..... جو ایک غیر ملکی سفارت خانے کے لئے مخصوص ہے۔ میں نہیں جانتا وہ کاغذ میری اسٹیشنری میں کیسے شامل ہوگیا تھا۔ جبکہ میں نے کبھی اس سفارت خانے میں قدم تک نہیں رکھا۔''

''اوہ.....!''

''اب تم خود ہی سوچو۔''

''ہاں.....تب تو تمہاری گردن پھنس سکتی ہے۔''

''اسی لئے تو..... ورنہ میں اب تک اس بلیک میلر کو پیس کر رکھ دیتا اور ہاں وہ سیاسی لیڈر اب زندہ نہیں ہے کہ میری صفائی پیش کردے گا۔''

''وہ خط ایڈمنسٹریٹر کے ہاتھ کیسے لگا ہوگا۔''

''تمہیں یاد ہوگا کہ پچھلی حکومت نے میرے خلاف مواد اکٹھا کرنے کی کوشش کی تھی۔ دراصل غداری کے الزام میں پھانسنا چاہتی تھی۔ لیکن کوئی ایسا ثبوت ہاتھ نہیں آیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اسی دوران میں وہ خط ایڈمنسٹریٹر کے ہاتھ لگا ہوگا جسے اس نے کسی بہتر موقعے کے لئے دبالیا تھا.....اور اب یہ بہتر موقع اسے نصیب ہوگیا ہے۔''

''بڑی گہری سازش ہے۔ میرے دوست۔'' فریدی طویل سانس لے کر بولا۔''اس میں ایک بڑی طاقت کا سراغ رسانی کا ادارہ بھی ملوث معلوم ہوتا ہے۔''

''نہیں.....؟'' خان دوراں نے ایک بار پھر آنکھیں پھاڑ دیں۔

''یقین کرو.....اسی لئے مجھے میرے شہر ہی میں الجھائے رکھنے کی کوشش کی گئی تھی اور اسے یہ رنگ دیا جارہا تھا کہ منشیات کی اسمگلنگ کرنے والا کوئی بڑا گروہ مجھے اپنے راستے سے ہٹانا چاہتا ہے کیونکہ پچھلے دو سال سے میں انٹرپول کی مدد کرکے اربوں روپے مالیت کی منشیات پکڑوا چکا ہوں۔''

''لیکن کسی ملک کے سراغ رسانی کے ادارے کا مجرموں کے تعاون سے کوئی کام کرنا سمجھ میں نہیں آتا۔''

''دوسرے ممالک کے معاملات میں وہ جرائم پیشہ لوگوں کے ذریعے بھی کام نکالتا ہے۔ یہ اس کی مخصوص ٹیکنیک ہے۔''

''تو پھر اب کیا ہوگا.....؟''

''اللہ کی ذات سے اچھی ہی امید رکھو..... میں نپٹ لوں گا۔''

''لیکن یہ دونوں مہمان۔''

''بے فکری کی نیند.....!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''کئی راتوں سے جاگ رہے ہو۔''

وہ بے خبر سو رہا تھا۔ بڑی شاندار خواب گاہ تھی۔ لیکن اس رات وہ تنہا سویا تھا۔ جب سے اس معاملے کو شروع کیا تھا اپنے متعلقین کو تبدیلی آب و ہوا کے لئے ایک ساحلی شہر میں بھجوا دیا تھا۔ کیونکہ اس کے گھر پر ان دنوں بڑی اہم میٹنگز ہوا کرتی تھیں۔ جن میں شرکت کرنے والے زیادہ تر چھپ کر آیا کرتے تھے اور ان میں سفید فام غیر ملکی بھی ہوتے تھے۔

بہرحال آج کل پوزیشن یہ تھی کہ وہ اپنے بنگلے میں تنہا تھا۔ باہر تین پہرے دار بقیہ رات بھر جاگتے رہتے تھے اور پھر اسے ذاتی طور پر کوئی خطرہ بھی نہیں تھا کہ چین کی نیند نہ سو سکتا۔ لیکن شاید یہ خواب خرگوش کی آخری رات تھی۔

کسی نے گریبان تھام کر اسے اٹھا دیا تھا۔ آنکھیں کھولنے سے قبل ہی تیز قسم کی روشنی کا احساس ہوگیا۔ بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔ کمرہ پوری طرح روشن تھا حالانکہ سونے سے قبل مدہم نیلی روشنی والا بلب جلا کر سویا تھا۔ سامنے ایک ڈراؤنی شکل والا قد آور آدمی کھڑا دکھائی دیا جس کے ہاتھ میں اس کی شکل سے بھی زیادہ خوفناک ریوالور تھا۔

''کک کون ہو.....؟'' وہ خوفزدہ آواز میں بولا۔

''اس سے بحث نہیں کہ میں کون ہوں۔'' خوفناک اجنبی کی آواز نے اس کی کھوپڑی میں دھمک سی پیدا کی تھی۔

''کیوں آئے ہو۔ کیا چاہتے ہو۔'' اس نے نڈر بننے کی کوشش کی۔

''خان دوراں والا خط چاہئے۔''

''اوہ.....اب تو سچ مچ اس کی شامت آ گئی ہے۔''

''اس وہم میں نہ پڑنا کہ میرا تعلق خان دوراں سے ہے۔ اس بے چارے کو تم نے بُری طرح جکڑ رکھا ہے۔ نہ محل سے باہر نکل سکتا ہے اور نہ فون ہی پر کسی کو اپنی حالت زار سے آگاہ کر سکتا ہے۔''

''پھر تم کون ہو۔''

''جس بڑی طاقت کے جاسوسوں کا کھلونا بن کر رہ گئے ہو اس کی مخالف ایک بڑی طاقت اور بھی ہے۔''

''تت.....تو پھر.....!''

''وہ خط اس بڑی طاقت کے لئے بھی یکساں مفید ہو سکتا ہے۔''

''وہ.....مم.....میرے قبضے میں نہیں ہے۔''

''بکواس مت کرو.....تم اتنے معصوم نہیں ہو کہ قبل از وقت اسے کسی اور کے حوالے کر دو گے۔''

''یقین کرو.....!''

''خط نہ ملنے کی صورت میں تمہیں مار ڈالوں گا.....ناکام ہونے پر یہی کرنے کا عادی ہوں۔ ریوالور بے آواز ہے۔''

''میرا کوئی پہرے دار اس سے پہلے ہی تمہاری گردن دبوچ لے گا۔''

''وہ تینوں بے چارے ڈرائنگ روم میں بے ہوش پڑے ہیں۔''

''نن.....نہیں۔''

پنڈلی پر زوردار ٹھوکر پڑی تھی اور وہ کراہتا ہوا بستر سے فرش پر آ رہا تھا۔

''زندگی عزیز ہے تو خط میرے حوالے کر دو۔ میں خان دوراں کا آدمی نہیں ہوں۔ مجھے علم ہے کہ وہ خط میرے ہی ملک کے سفارت خانے کے مخصوص واٹر مارکڈ کاغذ پر لکھا گیا تھا.....خان دوراں کسی کو بھی اس حد تک نہیں بتا سکتا۔''

وہ فرش پر سجدے کی سی حالت میں پڑا کراہتا رہا۔

''خط میرے حوالے کردو.....ورنہ دوسری ٹھوکر ریڑھ کی ہڈی توڑ دے گی۔''

''نہیں....!'' وہ بوکھلا کر سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔''اچھا....اپنی حکومت سے اسکا سودا کرادو۔''

''احمق آدمی.....میری حکومت سودے نہیں کرتی۔ جبر کرتی ہے.....پھر پڑے گی ٹھوکر ورنہ اٹھ کر تجوری کھولو..... مجھے یقین ہے کہ خواب گاہوں میں پائی جانے والی تجوریاں بے حد اہم ہوتی ہیں۔''

وہ فرش پر بیٹھے ہی بیٹھے بستر کی طرف کھسکنے لگا تھا۔

''ٹھہرو.....!''خوفناک چہرے والے نے کہا۔''مجھے بتاؤ تجوری کی کنجی کہاں ہے؟''

''تت.....تکیے کے نیچے۔''

''میں خود دیکھتا ہوں۔'' اس نے آگے بڑھ کر تکیہ اٹھایا تھا۔ کنجی کے گچھے کے قریب ہی اعشاریہ دو پانچ کا ایک پستول بھی رکھا ہوا نظر آیا۔ اس نے دونوں ہی چیزیں اٹھائی تھیں اور کنجی کا گچھا اس کے آگے ڈال دیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد تجوری کھولی گئی تھی اور اس نے ایک لفافہ نکال کر خوفناک چہرے والے کے آگے ڈال دیا تھا۔

''اب تم ادھر دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔''اس نے لفافہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

ایڈمنسٹریٹر نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔

خوفناک چہرے والے نے لفافے سے کاغذ نکال کر اسے روشنی کی طرف اٹھایا تھا۔ سر کو خفیف سی جنبش دی تھی اور اسے دوبارہ لفافے میں رکھ کر کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈالتے ہوئے ایڈمنسٹریٹر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور ریوالور کا دستہ اس کی گردن پر رسید کر دیا۔ وہ لہرا کر گر گیا تھا اور بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

خوفناک چہرے والے نے اسے اٹھا کر بستر پر ڈالا۔ تیز روشنی والا بلب بجھا دیا اور نیلی روشنی والے کا سوئچ آن کر کے خواب گاہ سے نکل گیا۔

خان دوراں کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور کبھی وہ اس کاغذ کو دیکھتا تھا کبھی فریدی کو۔

''وہی ہے نا.....؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''سو فیصد وہی.....!''

''اب اسے اپنے ہی ہاتھ سے آتش دان میں ڈال دو۔ اسکے بعد مزید گفتگو ہوگی۔''

خان دوراں نے فوری طور پر اس کے مشورے پر عمل کیا تھا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد بولا تھا۔ ''اب میں اسے دیکھ لوں گا۔''

''ہرگز نہیں! مجھے ہی دیکھنے دو.....تم اب بھی خوفزدگی اور تابعداری کی اداکاری کرو گے۔ اس سے الجھو گے نہیں۔''

''کیوں.....؟''

''اگر وہ کان کے اس حصے سے کوئی نیا راستہ بنانے میں کامیاب ہوجاتا تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ البتہ پورا ملک ضرور خطرے میں پڑ جاتا۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو..... پورا ملک خطرے میں پڑ جاتا۔ خان دوراں کی کیا حقیقت ہے۔''

''بس تو اس معاملے کو مجھ پر چھوڑ دو.....اور معمول کے مطابق زندگی بسر کرتے رہو۔''

''اوہ.....وہ بات تو رہ ہی گئی۔''

''کون سی بات۔'' فریدی اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

''غیر ملکی عورت نے گفتگو شروع کردی ہے۔ آج تمہاری عدم موجودگی میں اس نے مجھ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ لیکن میں نے مشغولیت کا بہانہ کردیا تھا۔

''فوراً طلب کرو اور دیکھو کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے اور ٹھہرو.....اسے رکھو اپنے پاس۔ اس کے ذریعے تمہاری گفتگو مجھ تک پہنچتی رہے گی۔''

اس نے ایک چھوٹا سا الیکٹرونک بگ خان دوراں کے حوالے کیا تھا جسے بہ آسانی

جیب میں رکھا جا سکتا تھا۔

خان دوراں نے تہہ خانے سے برآمد ہو کر اپنے پرسنل سیکریٹری کو طلب کیا تھا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ دونوں مہمان دیوان خانے میں موجود تھے اور جولیا خان دوراں سے کہہ رہی تھی۔ ''آپ کو علم ہوگا کہ کان کے شمال مغربی حصے میں کام ہونا ہے۔ میرے شوہر مسٹر فرینک بوائڈ آپ ہی کے طلب کرنے پر یہاں آئے ہیں تاکہ اس کام میں آپ کو مدد دے سکیں۔ آپ کان کے نگران سے ان کا تعارف بحیثیت مائین انجینئر کرا سکتے ہیں۔ یہ اپنے تحت کام کرنے والوں کا انتخاب خود کریں گے۔ اس میں آپ کے کسی آفیسر کو دخل نہیں ہوگا۔''

''میں سمجھ گیا۔'' خان دوراں نے آہستہ سے کہا۔

''آپ کو کسی الجھن کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ مسٹر فرینک بوائیڈ خود ہی سارا کام سنبھال لیں گے اور آپ پر کسی قسم کی بھی ذمہ داری نہ ہوگی۔''

''یہ بات بھی میری سمجھ میں آ گئی۔'' خان دوراں نے کہا۔ ''اچھا تو پھر میں تمہارے شوہر کو کب اپنے منیجر سے متعارف کراؤں۔''

''آج ہی۔'' جولیا بولی۔ ''اور یہ بھی منیجر کے ذہن نشین کر دیجئے گا کہ شمالی مغربی حصے میں صرف وہی لوگ جا سکیں گے جن کا انتخاب مسٹر فرینک بوائڈ کریں گے۔''

''بالکل ایسا ہی ہوگا۔''

ان دونوں کو رخصت کر کے اٹھ ہی رہا تھا کہ خوابگاہ میں فون کی گھنٹی بجنے کی اطلاع ملی۔

خان دوراں کا موڈ بے حد خراب ہو گیا تھا۔ لیکن وہ خود کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرتا رہا۔ خواب گاہ میں آیا تھا اور کال ریسیور کی تھی۔

''کیا مہمانوں سے تمہاری گفتگو ہو گئی۔'' دوسری طرف سے کہا گیا۔

''ہو گئی ہے..... لیکن جب تک میری امانت مجھے نہیں ملتی وہاں کوئی قدم بھی نہیں رکھ سکے گا۔'' خان دوراں نے کہا۔

''تمہاری امانت کام ہو جانے کے بعد تم تک پہنچے گی۔''

''کیا میری کوئی بات نہیں مانی جائے گی.....!'' خان دوراں نے اپنے لہجے میں بیچارگی پیدا کرتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں.....تم وہی کرو گے جو کہا جائے گا۔''

''خدا دیکھ رہا ہے.....!'' خان دوراں نے مردہ سی آواز میں کہا تھا اور سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر خود بھی ریسیور رکھ دیا تھا اور پھر اس کی مٹھیاں سختی سے بھنچ گئی تھیں۔ آنکھیں سرخ ہوگئی تھیں۔ ایسا معلوم ہونے لگا تھا جیسے دوسرے ہی لمحے میں کسی کا خون کردے گا۔

فریدی چونک کر مڑا تھا۔ ہلکی سی آواز تھی۔ اس نے تہہ خانے کے نئے دریافت شدہ راستے کو کھلتے دیکھا۔ بلیک فورس کا ایک ممبر تہہ خانے میں داخل ہوا تھا۔

''کیا خبر ہے؟''

''کیپٹن حمید جناب..... یہاں پہنچ گئے ہیں۔ ریڈی میڈ میک اپ میں.....وہ ایک سیاہ فام آدمی کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہیں.....دونوں کا قیام دلشاد میں ہے۔ کیپٹن کمرہ نمبر ۹۸ میں ہیں اور کالا آدمی ننانوے میں۔''

''حمید کو یہاں پہنچاؤ اور تم کالے آدمی پر نظر رکھو۔''

''بہت بہتر جناب۔''

وہ چلا گیا۔ فریدی کے چہرے پر گہرے تفکر کے آثار تھے۔ اس نے ڈبے سے سگار نکالا اور اس کا گوشہ توڑنے لگا۔

ٹھیک اسی وقت انٹرکوم سے خان کی آواز آئی۔ ''کیا تم جاگ رہے ہو۔''

''ہاں.....ابھی سونے کا ارادہ بھی نہیں ہے۔''

''میں آنا چاہتا ہوں۔''

''آجاؤ۔''

فریدی نے سگار سلگایا تھا اور آرام کرسی پر نیم دراز ہوگیا تھا۔تھوڑی دیر بعد زینے سے قدموں کی آہٹ سنائی دی تھی۔خان دوراں بہت زیادہ غصے میں نظر آیا۔

''کوئی نئی بات۔'' فریدی نے سیدھے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

''اب برداشت سے باہر ہوا جارہا ہے۔''

''بیٹھ جاؤ.....دماغ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کرو۔''

''مہمان خانے میں بھیڑ ہوئی جارہی ہے اور انہیں لانے کے لئے میری ہی گاڑیاں استعمال کی جارہی ہیں۔آخر تمہیں انتظار کس بات کا ہے۔اگر انہوں نے وہاں کوئی دراڑ بنا ہی لی تو پھر کچھ کرنے کا کیا فائدہ۔''

''اس حد تک بات نہیں بڑھنے دوں گا.....تم مطمئن رہو۔ویسے اب مہمان خانے میں کتنے آدمی ہیں۔''

''سات آدمی.....فرینک بوائیڈ اور اس کی بیوی سمیت۔''

''وہ پانچوں بھی سفید فام ہیں۔''

''نہیں.....صورت سے جاپانی لگتے ہیں۔''

''غالباً ماہرین کو اکٹھا کیا جارہا ہے۔صبر سے کام لو.....وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔''

''اب میں محل میں ان کی موجودگی برداشت نہیں کرسکتا۔''

''فرض کرو وہ دستاویز تمہارے ہاتھ نہ لگتی تو.....؟'' فریدی نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

خان دوراں نے جواب میں کچھ کہنا چاہا تھا لیکن پھر ہونٹ سختی سے بھینچ لئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے آہستہ سے کہا۔''مجھے اپنی بے صبری پر افسوس ہے۔''

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی اور فریدی نے فون کا ریسیور اٹھانے کا اشارہ کیا تھا۔

کال ریسیو کرتے وقت اس کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور وہ صرف ''ہاں.....ہاں اور اچھا اچھا.....!'' کہتا رہا۔پھر ریسیور کریڈل پر رکھ کر دانت پیسے تھے۔

فریدی اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔

''صبح ایک اور آدمی آئے گا۔'' خان دوراں نے کہا۔''اس کے لئے دلشاد ہوٹل گاڑی بھیجی جائے گی۔ کمرہ نمبر ننانوے میں مقیم ہے۔''

فریدی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ چند لمحے فون پر نظریں جمائے رہا پھر بولا۔''اچھا..... اب تم جا کر سونے کی کوشش کرو۔ سب کچھ بھول جاؤ۔ صبح دیکھیں گے۔''

خان دوراں چلا گیا تھا۔ پھر قریباً آدھے گھنٹے بعد اس راستے سے کیپٹن حمید اندر داخل ہوا تھا جسے فریدی نے دریافت کیا تھا۔

''تو یہ مردود مجھے میک اپ میں بھی پہچان لیتے ہیں۔''اس نے فریدی پر نظر پڑتے ہی کہا۔

''تمہارے بارے میں وہ سب کچھ جانتے ہیں..... کس کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں آئے ہو۔''

''کاراس بلابو.....!''

''اوہ.....!'' فریدی پھر کرسی سے اٹھ گیا۔

حمید نے پوری داستان سنائی تھی۔ نیلم کو پیش آنے والے واقعات کا ذکر سن کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا لیکن وہ خاموشی سے سنتا رہا۔

حمید چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔''مجھے سیزر کا سراغ تو نہیں مل سکا تھا لیکن میں نے کاراس بلابو پر نظر رکھی تھی جب وہ یہاں آنے لگا تو میں بھی چل پڑا۔''

''تو کاراس ہی نے مجھے شہر میں الجھائے رکھنے کی کوشش کی تھی۔ بدرل کے ذریعے اس نے ٹیلی فون بوتھ میں دھماکہ کرایا ہوگا اور پھر ہمیں اس کی راہ پر لگتے دیکھ کر اس کا خاتمہ بھی کر دیا ہوگا۔''

''یہاں کیا ہو رہا ہے.....؟'' حمید نے سوال کیا۔

''یہیں تو سب کچھ ہو رہا ہے۔'' فریدی نے کہا اور یہاں کی کہانی دہرانے لگا۔

مسٹر اور مسز فرینک بوائیڈ کے مرحلے پر پہنچ کر بولا۔''جانتے ہو یہ فرینک بوائڈ کون ہے۔''

''کون ہے.....؟''

''ٹوری بیڈسٹر..... میں نے اسے پہچان لیا ہے..... لیکن اب وہ ہپیوں کی سی شکل میں

ہے۔ ڈاڑھی مونچھیں صاف کرادی ہیں۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ میں اس کے حوالے کا راس کو بھی گرفتار کرسکوں گا۔''

اس کے بعد وہ کہانی کا بقیہ حصہ سنانے لگا تھا۔ جیسے ہی خاموش ہوا حمید مضطربانہ انداز بولا۔ ''بات سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ دستاویز قبضے سے نکل جانے کے بعد بھی ڈبلیو خان اکڑ رہا ہے۔''

''میں نے اسے باور کرادیا تھا کہ میرا تعلق دوسری بڑی طاقت کے خارجہ کار خاص کے سے ہے۔ لہٰذا وہ پہلے ہی کی طرح شیر ہو رہا ہے۔ اپنی دانست میں اب بھی خان دوراں وی ہے۔ سمجھتا ہے اسے علم ہی نہیں ہے کہ دستاویز اس کے قبضے سے نکل چکی ہے۔''

''بہرحال.....اب کیا اردہ ہے۔''

''کا راس کو محل میں پہنچنے دو..... پھر دیکھوں گا۔ تمہیں شاید علم نہ ہو کہ وہ ایکسپلوسیوز کا ماہر ہے۔ اسی لئے آیا ہے کہ خود ہی کان کے اس حصے میں دوسرے ملک کی سرحد تک ع درہ تشکیل دے گا۔''

''میں تو اس خبیث کی بوٹیاں اڑا دینا چاہتا ہوں.....!'' حمید نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''تمہیں نیلم کو تنہا نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔ ایسی صورت میں جبکہ ریٹا بھی وہیں موجود ہے۔''

''پدرانہ شفقت.....!'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''آپ یہ کیوں بھول جاتے اب وہ بھی محکمے کی ایک ذمہ دار آفیسر ہے۔ ویسے آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے یٹا کو محکمے کی حوالات میں دے آیا ہوں۔''

''اس اسٹیج پر اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔''

دوسرے دن کان کے اس حصے میں بھی کان کنی کے افتتاح کی ٹھہری تھی جسے شروع ہی بیکار تصور کیا جاتا تھا اور یہ افتتاح ایڈمنسٹریٹر کے ہاتھوں ہونا قرار پایا تھا۔

گاڑیاں کان کی طرف روانہ ہوئی تھیں۔ ایڈمنسٹریٹر اسی گاڑی میں بیٹھا تھا جس میں

خان دوراں تھا۔ یہ دونوں پچھلی سیٹ پر تھے اور اگلی نشست پر فرینک بوائیڈ ڈرائیور کے قریب براجمان تھا۔ مسز فرینک بوائیڈ محل ہی میں رہ گئی تھی۔

کئی دن سے برفباری نہیں ہوئی تھی۔ مطلع صاف تھا۔ چمکیلی دھوپ پہاڑوں پر بکھری ہوئی تھی۔

خان دوراں بار بار کنکھیوں سے ایڈمنسٹریٹر کو دیکھنے لگتا تھا۔ دفعتاً اس نے کہا۔ ''اب تو میری چیز میرے حوالے کر دو۔''

''ابھی نہیں۔''

''کیوں.....؟''

''جب تک کہ کام شروع نہ ہو جائے..... تمہیں اس سلسلے میں خاموش ہی رہنا چاہئے۔'' ایڈمنسٹریٹر نے سرد لہجے میں کہا۔

''حالانکہ اس خط میں کچھ بھی نہیں ہے۔'' خان دوراں بولا۔

''تو پھر کیوں اس حد تک چلے آئے ہو۔'' ایڈمنسٹریٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''جب میرے خلاف انکوائری ہوئی تھی اس کو تم نے میرے خلاف کیوں نہ استعمال کیا تھا۔''

''اسی دن کے لئے بچا رکھا تھا۔'' ایڈمنسٹریٹر نے مضحکہ اڑانے کے سے انداز میں کہا۔

''یادگار دن ہے۔''

خان دوراں کے لہجے نے ایڈمنسٹریٹر کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''یادگار دن کسے کہتے ہیں؟''

''تم ہی وضاحت کرو گے۔''

''جب چھٹی کا دودھ یاد آ جائے۔'' خان دوراں مسکرا کر بولا۔

''کیا مطلب.....؟''

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اپنی ذہنی کیفیت کا تجزیہ کر رہا تھا۔''

''تم خواہ مخواہ نروس ہو رہے ہو۔'' ایڈمنسٹریٹر ہنس کر بولا۔ ''تمہارے لئے کان کا وہ حصہ قطعی بے کار ہے۔''

''لیکن تم اس سے کیا حاصل کرو گے..... کیا یہ غیر ملکی ماہرین تمہیں خیراتی امداد کے تحت ملے ہیں۔''

''اپنے کام سے کام رکھو۔'' ایڈمنسٹریٹر کا موڈ خراب ہو گیا۔

ان کی گاڑی تینوں گاڑیوں کے آگے چل رہی تھی۔ اچانک سامنے ہی ایک گاڑی اور نظر آئی جو اس طرح ترچھی کھڑی کی گئی تھی کہ یہ پتلی سی پہاڑی سڑک قریب قریب بند ہی ہو کر رہ گئی تھی۔

ڈرائیور ہارن پر ہارن دینے لگا۔ ساتھ ہی اس نے گاڑی کی رفتار بھی کم کر دی تھی۔ سڑک کی ایک جانب اونچی اونچی چٹانیں تھیں اور دوسری جانب ناہموار ڈھلان۔

''یہ کون بے ہودہ ہے۔'' ایڈمنسٹریٹر غرایا۔

''غزن سبزہ اب مختلف قسم کے بے ہودوں ہی کی آماجگاہ بن کر رہ گیا ہے۔ تم خود کو کیا سمجھتے ہو۔''

''ہوش میں ہو یا نہیں۔''

''مجھ سے اس لہجے میں گفتگو کرو گے تو ٹھوکریں مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔''

ڈرائیور نے راستہ روکنے والی گاڑی سے کسی قدر فاصلے پر گاڑی روک دی تھی۔ پچھلی تینوں گاڑیاں بھی رک گئیں۔ ان میں سے دو گاڑیوں میں کار اس بلا بو سمیت چھ افراد تھے۔ تیسری گاڑی میں خان دوراں کا منیجر اپنے دو ماتحتوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

گاڑیاں ہارن پر ہارن دیتی رہیں لیکن شاید راستہ روکنے والی گاڑی کے آس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔

''دھکا دے کر کھڈ میں گرا دو۔'' ایڈمنسٹریٹر دھاڑا تھا۔

ٹھیک اسی وقت داہنی جانب والے چٹانی سلسلے کی طرف سے آواز آئی۔ ''ارے نہیں جناب..... مجھ غریب پر ایسا ظلم نہ فرمایئے گا۔''

ایڈمنسٹریٹر جھک کر کھڑکی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک آدمی پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے آہستہ آہستہ نیچے اُترتا دکھائی دیا اور جیسے ہی وہ قریب پہنچا ایڈمنسٹریٹر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''کک.....کرنل فریدی۔''

''جناب.....!'' فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ ''اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں مگر کیا کروں آپ کی گاڑی میں ایک مجرم بیٹھا ہوا ہے۔''

''مم.....مجرم.....کون مجرم۔''

''اگلی سیٹ پر بیٹھا ہوا ہے.....جس نام سے یہاں آیا ہے وہ اس کا اصلی نام نہیں ہے۔ پاسپورٹ پر کوئی اور نام درج ہے۔'' فریدی نے کہا اور پھر بلند آواز میں بولا۔ ''نہیں کار اس اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کرنا۔ چھلنی ہو جاؤ گے۔ کئی اسٹین گنوں نے گاڑیوں کو کور کر رکھا ہے۔''

بدستور سناٹا چھایا رہا۔

''ہاں تو جناب..... براہِ کرم اس سے کہئے کہ وہ گاڑی سے اتر جائے۔'' فریدی نے ایڈمنسٹریٹر سے کہا۔

''میں سمجھ گیا۔'' ایڈمنسٹریٹر خان دوراں کی طرف مڑ کر بولا۔ ''اب دیکھنا ہے کہ تمہیں غرق ہونے سے کون بچاتا ہے۔''

خان دوراں کا الٹا ہاتھ ایڈمنسٹریٹر کے منہ پر پڑا تھا اور وہ پھر دونوں سیٹ ہی پر گتھم گتھا ہو گئے تھے۔ ٹوری بیڈسٹر ان کی طرف مڑا ہی تھا کہ ڈرائیور کی جیب سے ریوالور نکلا اور اس کی کنپٹی سے جا لگا۔

''تم بس یونہی بیٹھے رہو۔'' ڈرائیور نے انگلش میں کہا۔ ''ورنہ اسی جگہ سوراخ ہو جائے گا۔''

ٹوری بیڈسٹر متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکاتا ہوا پھر ڈیش بورڈ کی طرف مڑ گیا۔

''اگر آپ لوگ..... نیچے اتر کر زور آزمائی فرمائیں تو اس پکنک کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔'' فریدی بولا۔

''یہ شخص غدار ہے۔'' ایڈمنسٹریٹر خان دوراں سے گتھا ہوا چلایا۔

''مجھے علم ہے..... اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اپنی غداری کا ثبوت اپنے ہی ہاتھوں نذر تش بھی کر چکا ہے..... ورنہ اس طرح آپ کے روئے مبارک پر ہاتھ نہ جھاڑ دیتا۔''

''کرنل فریدی۔'' دفعتاً کاراس بلابو کی دھاڑ سنائی دی۔ ''یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ ایک ریف آدمی ہمیں اپنی جواہرات کی کان دکھانے لے جا رہا تھا۔''

''اب نہیں لے جائے گا کاراس..... کیونکہ ٹوری بیڈسٹر اور فرینک بوائیڈ ایک ہی شخص کے دو نام ہیں۔ میں اسے فراڈ کے الزام میں گرفتار کر رہا ہوں۔''

''میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے۔'' کاراس کی آواز آئی۔

''او..... خبیث کے بچے تو مجھے نہیں جانتا۔'' دفعتاً ٹوری بیڈسٹر چیخا۔

''آج سے پہلے کبھی دیکھا تک نہیں۔'' کاراس نے کہا۔

''جھگڑے کی ضرورت نہیں.....!'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اب تم سب نیچے اتر آؤ۔''

پانچ آدمی ہاتھوں میں اسٹین گنیں سنبھالے سڑک پر آ گئے تھے اور ان کی گنیں گاڑیوں طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

''تم مجھے مجبور نہیں کر سکتے۔'' ایڈمنسٹریٹر بولا۔

''کس بات پر جناب۔''

''کسی بات پر بھی نہیں۔''

''میں نے کب کہا ہے کہ آپ کو مجبور کر سکتا ہوں..... لیکن ان مجرموں کو ضرور ساتھ جاؤں گا۔ کالے آدمی پر تو قتل کا بھی الزام ہے۔''

''مجھ پر.....!'' کاراس دھاڑا۔ ''مجھ پر کس کے قتل کا الزام ہے۔''

''کیا بے چارا بدرل تمہیں یاد نہیں رہا۔''

''میں کسی بدرل کو نہیں جانتا۔''

''اور جیری وہٹلم کو بھی نہ جانتے ہو گے۔''

''جیری وہٹلم اسی بدذات کا آدمی ہے۔ وہی مجھے ہوٹل سے لے گیا تھا۔'' ٹوری نے

چیخ کر کہا۔

''اور سیزر بھی.....؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''ہاں سیزر بھی.....اس نے مجھے اس جزیرے تک پہنچایا تھا۔''

''سنو کرنل فریدی۔'' ایڈمنسٹریٹر نے کہا۔ ''یہ سارے آدمی خان دوراں نے خود مہیا کئے ہیں اور مجھے اسلئے ساتھ لے جا رہا تھا کہ نئی کھدائی کا افتتاح میرے ہاتھوں سے کرائے۔''

''آپ خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں کا تعلق نہ آپ سے ہے اور نہ خان دوراں سے۔ یہ براہِ راست حکومت کے مجرم ہیں۔ ایسے مجرم کہ حکومت اطمینان کا سانس لے گی۔ میں ان کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔''

''تم نے غداری کے کس ثبوت کا ذکر کیا تھا جسے خان دوراں نے نذر آتش کر دیا۔''

''ایک واٹر مارکڈ دستاویز تھی جسے میرے حوالے کرنے سے قبل آپ نے بہت سی باتیں کی تھیں۔ جنہیں ایک ٹیپ ریکارڈر محفوظ کرتا رہا تھا۔''

''وہ تم تھے.....؟'' ایڈمنسٹریٹر کی آواز حلق میں پھنسنے لگی تھی۔

''ہاں میں ہی تھا۔''

ایڈمنسٹریٹر نے گردن ڈال دی۔

''میں نے کہا تھا کہ تم سب گاڑیوں سے اُتر آؤ۔'' فریدی نے اونچی آواز میں کہا۔

اتنے میں ٹوری بول پڑا۔ ''اچھے آدمی! مجھے اجازت دو کہ میں کاراس بلابو کی مرمت کر ڈالوں.....اس کے بعد چاہے مجھے گولی مار دینا۔''

''اس کی مرمت تو میں بھی کرنا چاہتا ہوں۔'' ڈرائیور بولا اور یہ ڈرائیور کیپٹن حمید کے علاوہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا جس کی ناک کی نوک اوپر اٹھی ہوئی اور دانت دکھائی دے رہے تھے۔ کیونکہ ناک کی نوک کے ساتھ ہی اوپری ہونٹ بھی اٹھ گیا تھا۔

فریدی نے ٹوری سے کہا۔ ''یہاں کشتی کا مقابلہ نہیں ہو رہا کہ میں تمہیں اس کی اجازت دے دوں گا۔''

وہ سب اپنے ہاتھ اٹھائے ہوئے گاڑیوں سے اُتر آئے تھے ان میں خان دوراں کے

تینوں آدمی بھی شامل تھے۔ ایڈمنسٹریٹر کو بھی اترنا پڑا۔ وہ خان دوراں کو گھورے جا رہا تھا۔

''اب ہتھکڑیاں لگائی جائیں۔'' فریدی نے کہا۔

''تم ایسا نہیں کر سکتے۔'' ایڈمنسٹریٹر زور سے چیخا۔

''آپ ان لوگوں میں شامل نہیں ہیں۔''

''میرے ساتھ خان دوراں بھی پھنسے گا۔''

''اسی لئے میں نے صرف ان مجرموں کی بات کی تھی جن کا تعاقب کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہوں۔''

اچانک شور برپا ہو گیا۔ ایک چیخ بھی سنائی دی تھی۔

جب کار اس کے ہتھکڑی لگائی جا رہی تھی اس نے ڈاج دے کر ایک آدمی سے اسٹین گن چھین لی تھی اور چھلانگ مار کر قریبی گاڑی کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔

''تم سب ڈھلان میں اترتے چلے جاؤ..... ورنہ ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ گاڑی کی اوٹ سے دھاڑا۔

''دیکھا تم نے۔'' ٹوری بیڈسٹر بولا۔ ''خواہ مخواہ باتوں میں وقت ضائع کرتے رہے۔ اب بھی کہتا ہوں کہ مجھے اس سے نپٹنے دو۔''

''یہاں تم نے کوئی ایسا جرم نہیں کیا جس کی سزا موت ہو۔ لہٰذا تمہاری جان کی حفاظت بھی میرا فرض ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''میں کہہ رہا ہوں ڈھلان میں اُتر جاؤ۔'' کار اس دھاڑا۔

''چلو اُترو.....!'' فریدی بولا۔ ''اُتر چلو ڈھلان میں..... ورنہ وہ ایسی پوزیشن میں ہے کہ سب مار لئے جائیں گے اور وہ اپنے پرائے کی تحقیق نہیں کرے گا۔ میں آپ سے بھی کہہ رہا ہوں ایڈمنسٹریٹر صاحب۔''

اور پھر وہ سبھی ڈھلان میں اترتے چلے گئے تھے لیکن فریدی ان میں شامل نہیں تھا۔ ویسے اس کے انداز سے یہی سمجھا تھا جیسے وہ بھی ان ہی کے پیچھے چلا آ رہا ہو۔

گاڑیوں کے آس پاس سناٹا چھا گیا تھا۔ فریدی ایک گاڑی کے اگلے بمپر پر چڑھ کر

بونٹ سے اس طرح چپک گیا تھا کہ کاراس کو نظر نہ آ سکے۔

کاراس سینے کے بل رینگتا ہوا سڑک کے بائیں کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ سب ڈھلان میں دوڑے جا رہے تھے۔

کاراس نے اسٹین گن داہنے ہاتھ سے پکڑ رکھی تھی۔ شاید ڈھلان میں دوڑنے والوں پر فائرنگ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کے سفید سفید دانت باہر نکلے پڑ رہے تھے۔ اس وقت وہ کسی رال ٹپکائے ہوئے کتے سے مشابہہ لگ رہا تھا۔

دفعتاً فریدی نے اس کے داہنے ہاتھ پر فائر کر دیا۔ اسٹین گن اس کے ہاتھ سے نکل کر دور تک پھسلتی چلی گئی تھی اور وہ کسی زخمی درندے کی طرح دھاڑتا ہوا اٹھ گیا تھا۔

''اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ'' فریدی کاراس کے سامنے آتا ہوا بولا۔

لیکن وہ اپنی جانب اٹھے ہوئے ریوالور کی پرواہ کئے بغیر فریدی پر ٹوٹ پڑا۔

قطعی غیر متوقع حملہ تھا۔ فریدی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ زخمی ہو جانے کے بعد بھی ریوالور کو نظر انداز کر دے گا۔ لیکن اس نے دوسرا فائر کرنیکی بجائے ریوالور ہاتھ سے چھوڑ دیا۔

یہ اور بات ہے کہ دوسرے ہی لمحے میں اسے اپنی اصول پسندی بہت مہنگی پڑتی محسوس ہوئی ہو۔ بس ایسا ہی معلوم ہوا تھا جیسے کوئی پہاڑ آ ٹکرایا ہو۔

پہلے ہی ہلے میں وہ فریدی پر پوری طرح چھا گیا۔ زخمی ہو جانے والے ہاتھ میں بھی قوت کا وہی عالم تھا جو دوسرے ہاتھ میں ہو سکتا..... اس نے قریب پڑے ہوئے ریوالور کی طرف بھی توجہ نہ دی۔

شاید اسٹین گن بھی ذہن سے نکل گئی تھی۔ وہ تو بس کسی زخمی جنگلی بھینسے کی سی کیفیت میں معلوم ہوتا تھا۔ جس نے کسی درخت کے تنے پر اپنا غصہ اتار دینے کا فیصلہ کر لیا ہو۔

فریدی کی گرفت میں اس کی بائیں ٹانگ آ گئی تھی اور وہ اسے زمین سے اکھاڑ دینے کی کوشش کر رہا تھا لیکن ایسا محسوس ہونے لگا تھا جیسے کسی لوہے کے ستون پر زور آزمائی کر رہا ہو۔

پھر یک بیک اس نے ٹانگ پر گرفت ڈھیلی کر کے داہنا شانہ اس کی ناک پر مارا۔ کریہہ سی آواز اس کے حلق سے نکلی تھی اور وہ بائیں جانب جھک گیا تھا۔ بس اتنا ہی کافی تھا

فریدی کے لئے..... پھر تو اس نے اس کی ناک ہی کو ٹارگٹ بنالیا۔

ناک پر دوسری ضرب پڑتے ہی وہ پھر دھاڑا..... اور فریدی کے اوپر سے پھسل کر ایک فٹ کے فاصلے پر جا پڑا۔ دوبارہ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ فریدی نے زمین پر دونوں ہاتھ ٹیک کر ناک ہی پر ایک لات بھی رسید کر دی۔ اس ضرب نے اسے اکھاڑ دیا۔ پھر بھی اس نے سڑک کے کنارے تک جانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن پھر نہ سنبھل سکا۔ نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔ فریدی اس کے پیچھے دوڑا تھا اور پھر اگر تین گز کے فاصلے ہی پر اچانک رک نہ جاتا تو خود بھی کار اس ہی کے پیچھے سینکڑوں فٹ کی گہرائی میں جا پڑا ہوتا۔

کار اس کی آخری چیخ بڑی دہشت ناک تھی۔ اس طرف ڈھلان میں وہ کھڈ سڑک پر سے نہیں نظر آئی تھی۔

فریدی جہاں تھا وہیں بیٹھ گیا۔ اپنے ذہن پر اچانک چھا جانے والے غبار سے لڑتا رہا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اس پر بھی غشی طاری ہو جائے گی۔ بدقت تمام اس نے اس کیفیت پر قابو پایا تھا۔ ڈھلان میں اُتر جانے والے اب پھر اوپر واپس آ رہے تھے۔

فریدی آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا اس پتلی سی گہری دراڑ کی طرف بڑھا جس میں گر کر کار اس بلا بو غائب ہوا تھا۔

اس کی گہرائی تاریکی میں گم ہو گئی تھی۔ دراڑ زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ ایک ہی جست میں فریدی دوسری طرف پہنچ سکتا تھا۔

''کیا ہوا۔'' اس نے حمید کی آواز سنی اور مڑ کر دیکھنے لگا۔

''بات جہاں تھی وہیں رہ گئی۔'' فریدی نے دراڑ کی طرف اشارہ کیا۔

''چلئے اٹھئے..... ابھی محل میں وہ عورت موجود ہے۔'' حمید نے کہا۔

''ہمارے روانہ ہوتے ہی حراست میں لے لی گئی ہوگی۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

واپسی کے سفر میں سبھی خاموش تھے۔

ایڈمنسٹریٹر کو جانے دیا گیا تھا کیونکہ اسی کے خیال کے مطابق اس کے خلاف کسی قسم کی کارروائی خان دوراں کو بھی لے ڈوبتی۔

کاراس بلابو اتھاہ گہرائیوں میں دفن ہو چکا تھا۔ ریٹا ٹوری بیڈسٹر اور جولیا کاراس کے ان دوسرے ملازمین سمیت حراست میں تھے جنہوں نے خان دوراں والے معاملے میں کاراس کا ہاتھ بٹایا تھا۔ جولیا نے عدالت میں اعتراف کیا کہ وہ کاراس کی داشتہ تھی۔ البتہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی کہ کاراس بلابو فریدی پر حملے کیوں کرا رہا تھا یا ریٹا اور ٹوری بیڈسٹر یہاں کیوں آئے تھے۔

فریدی نے اپنی رپورٹ میں یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ کاراس بلابو ساری دنیا میں منشیات کی غیر قانونی تجارت کرنے والے گروہ کا مقامی نمائندہ تھا اور گروہ کے سربراہ نے اسے پچھلی حزیمتوں کا بدلہ لینے پر مامور کیا تھا۔

خان دوراں کے معاملے کا اس کی رپورٹ میں کوئی حوالہ نہیں تھا۔ سیزر اور جیری وہٹلم بھی پکڑے گئے تھے۔ سیزر نے بتایا کہ اس نے کاراس ہی کی ہدایت پر بدرل کو قتل کرایا تھا لیکن قتل کا سبب اس کے علم میں نہیں تھا۔ ریٹا نے اپنے بیگ کے استر میں آلہ نقب زنی کی موجودگی سے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بیگ اس کے لئے گروہ ہی کے ایک آدمی نے فراہم کیا تھا۔ پہلے سے اس کے پاس نہیں تھا۔

''لیکن آخر اس بدباطن ایڈمنسٹریٹر کا کیا ہوگا۔'' حمید نے فریدی سے سوال کیا۔

''وہ محکمے کی کڑی نگرانی میں رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک بڑی طاقت کا ایجنٹ ہے۔ اگر میں اس مرحلے پر اس پر ہاتھ ڈال دیتا تو خان دوراں کو بھی ناکردہ گناہی کی سزا ملتی۔ تمہیں شاید علم نہ ہو کہ وہ مرحوم لیڈر جس کے نام خاں دوراں نے خط لکھا تھا ایڈمنسٹریٹر کے قریبی عزیزوں میں سے تھا۔''

''لیکن سوال تو یہ ہے کہ غیر ملکی سفارت خانے کا واٹر مارکڈ سادہ کاغذ خان دوراں کی اسٹیشنری میں کیسے جا پہنچا۔''

''ہوسکتا ہے کہ ایڈمنسٹریٹر ہی نے یہ حرکت بھی کی ہو۔ اسی نے کاغذ بھی خان دوراں کی لاعلمی میں اس تک پہنچا دیا ہو۔''

تمام شد